ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 177-179)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾﴾

''جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' اوران کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو اُن کو مہلت دیے جاتے ہیں تو یہ اُن کے حق میں اچھا ہے۔ (نہیں بلکہ) ہم اُن کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں۔ آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔ (لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہر گز نہیں رہنے دے گا۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا' البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جس کا چاہتا ہے' انتخاب کر لیتا ہے' تو تم اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیز گاری کرو گے' تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔''

یقیناً جن لوگوں نے ایمان ہاتھ سے دے کر کفر اختیار کیا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ وہ تو صرف اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کافروں کو جو اللہ کی طرف سے مہلت مل رہی ہے اور ڈھیل دی جا رہی ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ اُن کے حق میں خیر ہے۔ کفر کو تو مہلت اس لئے ملتی ہے کہ کافر کفر میں اور آگے نکل جائیں اور اپنے آپ کو بڑے سے بڑے عذاب کا مستحق بنالیں۔ یہ اللہ کی اس ڈھیل کو اپنے حق میں اچھا نہ خیال کریں۔ ہم تو اُن کی رسی دراز کر رہے ہیں تا کہ وہ اور گناہ کر لیں' پھر اُن کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔

اب آگے بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کو ان تکلیف دہ آزمائشوں سے کیوں گزارتا ہے۔ حالانکہ وہ تو قادر مطلق ہے' آن واحد میں جو چاہے کر ڈالے۔ تو دیکھو اے مسلمانو! اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں اسی حالت میں چھوڑے رکھے جس میں تم ہو۔ ہاں یہ اس لئے ہے کہ ناپاک صاف طور پر ناپاک سے علیحدہ ہو جائے۔ یہ منافقین خبیث ہیں۔ ان آزمائشوں کا مقصد یہ ہے کہ صادق الایمان مسلمانوں اور منافقین کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس وقت کمزور اور پختہ ایمان والے سب گڈمڈ ہیں' پھر مؤمن صادق اور منافقین بھی ملے جلے ہیں۔ اگر ان میں کچے اور منافق نکال نہ دیے جائیں تو اگلے مشکل وقتوں میں مسلمان کیسے حوصلہ مند ثابت ہوں گے۔ مسلمانوں نے تو ابھی قیصر و کسریٰ سے ٹکرانا ہے۔ اندرون ملک عرب تو یہ چھوٹی موٹی چیزیں ہو رہی ہیں۔ انہی مراحل میں یہ ضروری ہے کہ خبیث اور طیب کی چھانٹی ہو جائے۔ چنانچہ یہ آزمائشیں اسی لئے ہیں۔ اس طرح اب صادق الایمان مؤمنین تو کھل کر سامنے آجائیں گے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ بھی نہیں کہ وہ تمہیں غیب کی باتوں پر مطلع کرے۔ ہاں غیب کے حالات کی اطلاع دینا اُس نے اپنے رسولوں کے لئے رکھا ہوا ہے جن کو وہ چن لیتا ہے۔ انہیں وہ غیب کے حالات بھی بتاتا ہے جو انہیں از خود معلوم نہیں ہوتے۔ یعنی ان آزمائشوں میں کیا حکمتیں ہیں اور ان سے کیا خیر برآمد ہونے والی ہے اس طرح کی باتیں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر ظاہر کر دیتا ہے' دوسرے لوگوں کو ان پر مطلع نہیں کیا جاتا۔

پس تمہارے لئے یہی راہ درست ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر۔ اور اگر تم یہ دو شرطیں پوری کرو گے' ایمان میں ثابت قدم اور تقویٰ کی روش پر کاربند رہو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

فرمانِ نبوی

معلم اور متعلم کے فرائض

چودھری رحمت اللہ بنر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ((اَلَآ اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ)) (ریاض الصالحین: باب العلم)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی رضامندی کے کاموں کے' عالم اور طالب علم کے' دنیا اور دنیا کی ہر چیز رحمت الٰہی سے دور ہے''۔

اس حدیث مبارک سے طالب علم اور عالم کی فضیلت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک عالم ہی علم کو پھیلانے اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔ تو آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں معلم اور متعلم کی ذمہ داریاں معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
8	3 تا 9 مارچ 2005ء 21 تا 27 محرم الحرام 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
☆☆☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

حافظ عاکف سعید

ہمارے حکمرانوں کی تضادِ فکری

حکومت جس ماڈریٹ اسلام کو پاکستان میں متعارف کرانا اور فروغ دینا چاہتی ہے وہ دراصل یہود و نصاریٰ سے ''تصدیق شدہ اور منظور شدہ'' اسلام ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات سے یکسر مختلف ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود جس ''اسلام'' پر اپنے اطمینان کا اظہار کریں' وہ اور سب کچھ ہو سکتا ہے' حقیقی اسلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

آج کا انسان تضادِ فکری میں مبتلا ہے' وہ ابدی حقائق سے راہِ فرار اختیار کر کے زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ وہ کائنات اور حیاتِ انسانی سے متعلق اہم ترین سوالات اور مسائل سے دانستہ طور پر نظریں چرا کر دنیوی مشاغل اور روز و شب کے معمولات کو اپنے لئے زیادہ سے زیادہ پُرلطف بنانے کو ہی مقصدِ حیات قرار دے بیٹھا ہے۔ کائنات کے خالق و مالک کے بارے میں سوچنا اور اپنی اصل منزل یعنی آخرت کی فکر اس کے نزدیک وقت کا ضیاع ہے۔ بقول اقبال۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اور ہمارے مسلم حکمران بھی اسی تضادِ فکری کا شکار ہیں جس کا مظہر یہ ہے کہ پاکستان میں حکومتی سطح پر اعلان کیا جا رہا ہے کہ ہم ملک میں اقبال کے تصورات کے مطابق اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اقبال شرم و حیاء کے بہت بڑے علمبردار اور عورت کی عصمت و عفت کی حفاظت کے قائل تھے۔ اقبال نے تو مسلمان عورت کو یہ پیغام دیا تھا کہ:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

(ترجمہ: اے مسلمان عورت! حضرت فاطمہؓ کا اُسوہ اختیار کر اور اس زمانے کی نگاہ سے خود کو پوشیدہ رکھ یعنی شمعِ محفل بننے کی بجائے زمانے کی نگاہ سے مستور ہو جا تاکہ تیری آغوش میں حسن و حسین جیسے پھول کھل سکیں)

لیکن ہمارے ہاں مغربی معاشرے کی تقلید میں اشتہاری بل بورڈز اور ہورڈنگز کے ذریعے جس طرح عورت کی تذلیل کی جا رہی ہے اور میڈیا کے ذریعے فحاشی و بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے وہ اقبال کے نظریات کے بالکل خلاف ہے۔ مشرف صاحب کا حالیہ بیان کہ جو لوگ عورتوں کو نیکروں میں کھیلتے دیکھنا پسند نہیں کرتے وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں' ڈھٹائی اور جسارت تو ہے ہی' اقبال کے منہ پر بھی طمانچہ مارنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح معیشت کے میدان میں اقبال کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ سود کے بطن سے سوائے فتنے کے کچھ جنم نہیں لے سکتا اور سود انسان کو درندہ بنا دیتا ہے لیکن ہمارے ہاں سودی نظام کو نہ صرف فروغ دیا جا رہا ہے بلکہ موجودہ حکومت نے انسدادِ سود کے ضمن میں عدالتی سطح پر ہونے والی اب تک کی پیش رفت پر خطِ تنسیخ پھیر دیا ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کو درس دیا تھا کہ ''اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے''، لیکن ہم پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے کے امریکی دباؤ کے سامنے سجدہ ریز ہیں' جس کا مظہر یہ ہے کہ پوری قوم کا مطالبہ ہے کہ 15 سال سے پاسپورٹ میں شامل مذہب کے خانہ کو ختم نہ کیا جائے لیکن نئے پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ شامل نہ کر کے اسلامی تشخص کو مٹانے کی عالمی سازش کی تکمیل کی جا رہی ہے۔ اقبال کے نظریات کی روشنی میں تو ہمارے ہاں شناختی کارڈ میں بھی مذہب کا خانہ شامل ہونا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کے کسی شخص کا کیا مذہب ہے۔ اسی طرح آغا خان تعلیمی بورڈ کے حوالے سے جو نصاب ہمارے ملک میں متعارف کرایا جا رہا ہے' اس کا مقصد بھی پاکستانی معاشرے کو مغربی تہذیب کا حصہ بنانا ہے جو دراصل اس امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے مطابق ایک طرف طاقت کے ذریعے جہادی قوتوں کو کچلا جا رہا ہے تو دوسری طرف ایسے تعلیمی منصوبوں کے ذریعے مسلمان بچوں کے ناپختہ ذہنوں سے شرم و حیا کے پاکیزہ جذبات اور جہادی تصورات کو بچپن ہی سے نکال پھینکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

کیا ہم ذہنی طور پر نابالغ اور تہذیب و تمدن کے حوالے سے تہی دامن ہو چکے ہیں کہ اغیار کے نظریات اور تہذیب کو گلے لگا رہے ہیں' حالانکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دنیا کی بہترین تہذیب کا حامل ہے۔ ہاں اگر آپ نظامِ تعلیم میں اصلاح چاہتے ہیں تو ضرور کریں۔ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم ہرگز معیارِ مطلوب پر پورا نہیں اترتا۔ لیکن تعلیم کے حوالے سے ملک و ملت کی اصل خدمت یہ ہے کہ ہر سطح پر ایک ہی نصاب رائج ہو جو اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کی اساسات پر استوار ہو۔

تحریکِ خلافت سے متعلق دو نظمیں

اسیری

ہے اسیری اعتبار افزا' جو ہو فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مُشک اذفر چیز کیا ہے' اِک لہو کی بُوند ہے — مُشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند

"شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند"

دریوزۂ خلافت

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے' جائے — تُو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟ — خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی!
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے — مسلماں کو ہے ننگ' وہ پادشائی

"مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی"

● یہ دونوں نظمیں "بانگ درا" کی آخری پانچ نظموں سے پہلے متصلا درج ہیں۔ ان کا تعلق مسلمانانِ ہند کی تحریک خلافت سے ہے جو علی برادران کی قیادت میں خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھنے کے حق میں برپا ہوئی تھی۔ علامہ اقبال تحریک خلافت کے حامی نہ تھے' البتہ محمد علی جوہر کی سیادت کے قائل تھے۔ انہوں نے مولانا جوہر کی وفات کے بعد اپنے ایک خط میں لکھا تھا: "محمد علی مرحوم کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اگرچہ میں ان کی سیاست کا کبھی بھی مداح نہ تھا' لیکن ان کی اسلامی سادگی اور آخری سالوں میں اپنی بعض آراء کے بدل لینے میں جس امانت و دیانت کا انہوں نے ثبوت دیا' بہت احترام کرتا ہوں"۔

پہلی نظم "اسیری" ان نظموں میں سے نہ ہے جو اقبال نے خالصتاً سیاسی موضوعات کے حوالے سے کہیں اور مختلف اجتماعات میں پڑھیں۔ دسمبر 1919ء میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی چار سال کی نظر بندی کے بعد رہا ہو کر امرتسر آئے تھے جہاں کانگریس اور خلافت کانفرنس کے اجلاس ہوئے تھے۔ اقبال نے امرتسر تشریف لے جاتے ہوئے راستے میں یہ چار شعر لکھے تھے اور علی برادران کو مخاطب کرتے ہوئے جلسے میں پڑھے تھے۔

مشکل الفاظ: اعتبار افزا: اعتبار اور قدر و منزلت بڑھانے والی۔ قطرۂ نیساں: ابر بہار کی بوند۔ زندانِ صدف: موتی میں بند۔ مشک اذفر: خالص مشک۔ نافۂ آہو: ہرن کی ناف۔ شہپر: بال و پر۔ زاغ و زغن: کوا اور چیل۔

تشریح: قید ہونے والے کی فطرت بلند ہو تو قید اس کے لئے عزت و وقار اور قدر و منزلت بڑھانے کا سامان بن جاتی ہے۔ ابر بہار کی بوند کو دیکھو کہ سیپی کی قید میں بند ہو کر' موتی کی صورت میں عزت و آبرو پاتا ہے۔ خالص مشک کو دیکھو' لہو کی ایک بوند ہے' لیکن ہرن کی ناف میں بند ہو کر مشک بن جاتی ہے۔ لیکن قدرت ہر کسی کی تربیت اس انداز میں نہیں کرتی۔ دنیا میں بہت کم پرندے ایسے ہیں جنہیں جال اور پنجرے میں رکھا جاتا ہے۔ بقول حافظ شیرازی: کوے اور چیل اگرچہ بلند پرواز ہیں' لیکن ان کے بال و پر کوئی نہیں باندھتا اور نہ انہیں شکار کیا جاتا ہے۔ یہ سعادت صرف شاہیں اور عقاب کو حاصل ہے۔

دوسری نظم "دریوزۂ خلافت" اس موقع پر لکھی گئی تھی جب مولانا محمد علی جوہر ایک وفد لے کر خلافت کا مسئلہ انگلستان کے وزیر اعظم لائیڈ جارج کے سامنے پیش کرنے کے لئے لندن گئے تھے۔ یہ وفد آخر ناکام واپس آیا۔ اس نظم کا مطلب واضح ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر ملک (ترکی) ہاتھوں سے جاتا ہے تو جانے دے' لیکن اے مسلمانو' تم خدا کے احکام سے بے وفائی نہ کرو۔ اللہ نے جو قاعدے ضابطے اُمت مسلمہ کے لئے مقرر کر دیئے ہیں' ان سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ کیا تم اپنی تاریخ سے واقف نہیں کہ خلافت کے لئے بھیک مانگنے پر تیار ہو گئے ہو۔ جو بادشاہی ہم اپنے لہو سے نہ خریدیں اور اپنے زورِ بازو سے حاصل نہ کریں' وہ مسلمانوں کے لئے باعثِ ننگ ہے۔ اقبال کہتے ہیں' میرے نزدیک اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جانا اس قدر باعث شرم نہیں' جس قدر دوسروں کے سامنے مومیائی (مرہم) کے لئے ہاتھ پھیلانا۔ ○○

سورۃ قٓ : تذکیر بالقرآن کی معراج

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 18 فروری 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۂ ق کی ابتدائی آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:
گزشتہ خطاباتِ جمعہ میں ہم نے خطبہ جمعہ کے عربی متن کا ترجمہ اور اس کی تشریح کو موضوع گفتگو بنایا تھا۔ آج ہم اللہ کے نام سے سورۂ ق کا مطالعہ شروع کر رہے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورﷺ خطبہ جمعہ میں بالعموم سورۂ ق کی آیات پڑھا کرتے تھے۔ ویسے تو جیسا کہ بارہا اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ خطبہ جمعہ میں آپؐ کا معمول تھا کہ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت فرماتے اور ان کے ذریعے تذکیر اور وعظ فرماتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ق کا معاملہ خاص تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک صحابیہؓ سے روایت ہے جو صحیح مسلم' ابوداؤد اور سنن نسائی میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

((عن عمرة بنت عبدالرحمن عن اخت لعمرة قالت اخذت ق والقرآن المجيد من في رسول اللهﷺ يوم الجمعه وهو يقرء بها على المنبر في كل الجمعة))

صحابیہ عمرہ بنت عبدالرحمٰنؓ اپنی بہن اُم ہشامؓ سے روایت کرتی ہیں کہ ام ہشامؓ کا یہ کہنا ہے کہ میں نے یہ سورۂ ق سیکھی (اس کو یاد کیا) رسول اللہﷺ کی زبان سے (سن سن کر) اس لئے کہ ہر جمعہ میں آپؐ منبر پر سورۂ ق کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔"

یعنی جب بھی انہیں خطبہ جمعہ سننے کا موقع ملا' حضورﷺ نے سورۂ ق کی تلاوت ضرور کی۔ یہی روایت ابوداؤد میں ان الفاظ میں ہے:

((ما اخذت ق الا من في رسول اللهﷺ كان يقراء ها في كل الجمعة))

اور سنن نسائی میں یہ الفاظ ہیں:

((حفظت ق والقرآن المجيد من في رسول اللهﷺ وهو على المنبر يوم الجمعه))

"میں نے یاد کی سورۂ ق رسول اللہﷺ کی زبان سے جبکہ وہ منبر پر جمعہ کے دن اسے تلاوت فرماتے تھے۔"

اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ تذکیر' یاددہانی اور وعظ و نصیحت کے حوالے سے اس سورت کا ایک خاص مقام ہے۔

اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ تذکیر کیا ہے؟ تذکیر کہتے ہیں یاددہانی کو' یعنی کسی شے کو یاد دلانا۔ اس میں گویا یہ بات مضمر ہے کہ وہ باتیں جو فطرت انسانی جانتی ہے' وہ حقائق ابدی یا وہ ایمانی حقائق جو اللہ نے انسان کی فطرت میں پوشیدہ رکھے ہیں' انہیں یاد دلانا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح انسانی سے یہ عہد لیا تھا کہ ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى﴾ (اعراف:172) یہ عہد فطرت کا حصہ ہے۔ اسے یاد دلانا کہ تمہارا رب کون ہے' یہ تذکیر ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے اعتبار سے اہم ترین حقائق کہ میں کون ہوں؟ میرا خالق کون ہے؟ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے اور میری منزل کون سی ہے؟ ان سوالوں کا جواب بھی وہی دے گا جس خالق نے ہمیں پیدا کیا۔ چنانچہ اسی نے رسولوں کے ذریعے بتایا کہ تمہارا اصل مستقبل آخرت کی ابدی زندگی ہے۔ کوئی شخص اللہ کا انکار کر سکتا ہے' لیکن موت کا انکار نہیں کر سکتا۔ وہ صبح و شام دیکھتا ہے کہ بوڑھے' جوان اور بچے بھی اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ لہٰذا موت کا انکار کوئی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح نہ ہی کوئی اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ یہ زندگی انتہائی عارضی' ناپائیدار ہے اور غیر یقینی ہے۔ ان اہم ترین معاملات کے بارے میں قرآن ہمیں بتا رہا ہے کہ جان لو کہ اصل زندگی آخرت کی ہے جو دائمی ہوگی۔ وہاں موت نہیں ہے۔ وہاں کی کامیابی بھی ابدی ہے' ناکامی بھی ابدی ہے۔ یہ اہم ترین حقائق ہیں جن کے لئے اشارے اللہ نے انسانی فطرت میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ ان کو اجاگر کرنا' ان کو یاد دلانا اس عمل کا نام تذکیر ہے اور ان کو یاد کرانے کا موثر ترین ذریعہ آیات قرآنی ہیں۔ تذکیر کی ضرورت کیوں ہے؟ اس لئے کہ غلط تربیت' غلط ماحول کے اثرات سے جو ہر فطرت پر میل آ جاتا ہے' غبار آ جاتا ہے۔ جیسے ایک انگارے کے اوپر راکھ کی ایک تہہ آ جاتی ہے' اگر انگارے کے اندر تھوڑی بہت رمق ہو تو راکھ ہٹانے سے وہ پھر دہکنے لگتا ہے۔ البتہ اس راکھ کو ہٹانے کے لئے کوئی بیرونی عامل چاہئے۔ اسی طرح فطرت انسانی میں یہ حقائق موجود ہیں۔ ان پر سے غبار ہٹانے کے لئے جو سب سے موثر شے ہو سکتی ہے' وہ آیاتِ قرآنی میں غور و فکر ہے۔ وہ انسان کو فوراً حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ وہ راکھ ہٹ جاتی ہے' وہ غلط اثرات زائل ہو جاتے ہیں اور اندر سے ایمانی حقیقت برآمد ہو جاتی ہے۔ اس عمل کا نام تذکیر ہے۔ خطبہ جمعہ کا اصل مقصد یہی تذکیر ہے۔

حیاتِ دنیوی کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار کہا گیا ہے کہ یہ (متاع الغرور) دھوکے کا سامان ہے۔ یہ آدمی کو فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس زندگی کی زیب و زینت' اس کی رونقیں' روز و شب کی یہ روٹین' اس میں آدمی گم ہو جاتا ہے۔ بھول جاتا ہے کہ یہ میری منزل نہیں' بھول جاتا ہے کہ میرا مقصد حیات کیا تھا' اور مجھے ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اسی گمشدگی سے نکالنے کے لئے ایک تحفہ جو اس امت کو دیا گیا' پنج وقتہ نماز کا ہے کہ چوبیس گھنٹے کی روٹین سے پانچ بار نکل کر آؤ اور ان ایمانی حقائق کو نماز کے ذریعے تازہ کرو۔ نماز ذکر کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اسی لئے قرآن میں ارشاد ربانی ہے: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ﴾ (طٰہٰ:14) "نماز قائم کرو میری یاد دہانی کے لئے"۔ اگر اس کو واقعی نماز سمجھ کر پڑھا ہے تو اللہ کی یاد' اس کے سامنے جوابدہی کی یاد پھر سے تازہ ہو جائے گی۔ اگر اس کو بوجھ اور ایک ورزش سمجھ کر ادا کیا ہے تو ظاہر ہے' جیسے گئے تھے' ویسے" واپس آ گئے۔ بہرحال نماز کا اصل مقصد ایمانی حقائق کو تازہ کرنا ہے۔ خطبہ جمعہ کا مقصد یہ ہے کہ اضافی طور پر کوئی معلم' کوئی عالم دین منبر رسول پر بیٹھ کر ہفتے میں ایک مرتبہ آیاتِ قرآنی کے ذریعے پھر انہی حقائق کی تذکیر کرے اور وعظ و نصیحت کرے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ انہی ابدی حقائق کے جاننے کا نام "علم" ہے' جسے ہم ایمان کہتے ہیں۔ یعنی یہ جاننا کہ انسان کہاں سے آیا' اس کا انجام کیا ہے' منزل کون سی ہے' مقصد حیات کیا ہے' خالق کون ہے' وہ ہم سے چاہتا کیا ہے' ان اہم ترین حقائق کو جاننا علم کی سب سے اونچی منزل ہے اور اگر ان حقائق سے واقفیت نہیں ہے تو کسی شخص نے خواہ دس پی ایچ ڈی کی ہوں' وہ عالم نہیں ہے۔ اس کے پاس معلومات کا انبار ہے لیکن حقائق سے بے خبر ہے۔ اصل

علم سے محروم اور تہی دست ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ انسان نے حواس اور تجربہ سے حاصل کیا ہے' وہ سب معلومات ہیں' مثلاً سائنسی معلومات کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ یہی ہوا ہے کہ ہم نے اس سفرِ حیات کو جس کے بارے میں کچھ پتا نہیں کہ کب منقطع ہو جائے' پُر سہولت بنالیا۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا تمام ضروری سامان ہمیں دیا تھا۔ سواری کے لئے ہمیں جانور دیئے ہیں۔ بار برداری کے لئے اونٹ اور بیل دیئے ہیں لیکن ہم نے سائنسی معلومات کے ذریعے کار بنالی' ٹرک بنالیا' بس بنالی یا جہاز بنالیا۔ اگرچہ یہ علم بھی اللہ نے ہی ہمیں دیا تھا' یہ علم الاسماء ہے' لیکن حقیقی علم تو وہ ہے جو وحی کے ذریعے آتا ہے' جو ہمیں ہمارے وجود اور کائنات سے متعلق اہم ترین سوالات کا جواب دیتا ہے جہاں تک ہماری عقل کی رسائی ممکن نہیں۔

قبر میں انہی کے حوالے سے سوالات ہونے ہیں۔ ان کے جواب ہمیں عقل و حواس سے معلوم نہیں ہو سکتے' صرف وحی سے ان سوالوں کا حتمی جواب ہمیں ملتا ہے۔ احادیث میں قبر میں پوچھے جانے والے تین سوالات کا ذکر ملتا ہے: (من ربک؟) تمہارا رب کون ہے؟ وحی کے ذریعے ان سوالات کا جواب بتایا گیا ہے۔ دوسرا سوال (ما دینک) تمہارا دین کون سا ہے؟ یعنی ہدایت آسمانی کے ذریعے سے جو نظامِ حیات اللہ نے دیا تھا' وہ تمہارا دین تھا' یا شیطان کا دیا ہوا نظام جو اللہ سے بغاوت پر مبنی ہے' وہ تمہارا دین تھا؟ وہاں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ پانی کے اجزاء کون کون سے ہیں اور پانی میں ہائیڈروجن اور آکسیجن کی نسبت کیا ہے؟ یا یہ کہ تم نے کس مضمون میں ماسٹرز کیا تھا۔ پی ایچ ڈی کی تھی یا نہیں۔ اسی طرح تیسرا سوال ہوگا (من نبیک) تمہارے رسول کون تھے؟ یعنی تم کس رسول کی امت ہو اور تم نے کس رسول کی شریعت کے مطابق زندگی گزاری ہے؟ مولانا روم نے اس حقیقت کو بہت عمدگی سے اپنے ایک شعر میں بیان کیا کہ اصل علم ہے کیا؟ فرماتے ہیں:

جانِ جملہ علم ہا ایں است و ایں
تا بہ دانی من کیم در یوم دیں

دیکھو تمام علوم کا نچوڑ یہ ہے کہ تمہیں یہ پتا ہونا چاہئے کہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ معاملہ کیا ہوگا۔ تم کہاں کھڑے ہوگے۔ تمہارا شمار حزب الشیطان میں ہوگا یا حزب اللہ میں ہوگا۔ یعنی اصل علم یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ آخرت کی کامیابی کا راستہ کون سا ہے۔ انہی حقائق کو یاد دلانا تذکیر کا مقصد ہے۔

اب ہم آتے ہیں سورۂ ق کی طرف۔ یہ مکی سورت ہے' اس کی 45 آیات ہیں۔ اس کے الفاظ یا کلمات 357 اور اس کے حروف 1494 ہیں۔ یہ معلومات دلچسپی کے لئے عرض کی گئی ہیں' ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل مقصد تذکیر ہے جو ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔ یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ یہ سورۂ مبارکہ 26ویں پارے کے آخر میں ہے اور اس سے حزب مفصل کا آغاز ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے سات احزاب ہیں۔ قرآن حکیم کی ایک تقسیم سے ہم سب واقف ہیں جو تیس پاروں میں ہے۔ یہ سات احزاب کیا ہیں؟ دراصل صحابہؓ کے دور میں قرآن مجید کے سات قریباً برابر حصے کئے گئے جس میں سورتوں کو توڑا نہیں گیا' تا کہ روزانہ ایک حزب پڑھ کر ایک ہفتے میں قرآن کی تکمیل تلاوت ہو سکے۔ اس تقسیم کے مطابق پہلا حزب سورۂ فاتحہ کے علاوہ تین سورتوں یعنی سورۂ بقرہ' سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پر مشتمل ہے۔ اگلے حزب میں پانچ سورتیں ہیں۔ تیسرے حزب میں سات سورتیں ہیں۔ چوتھے حزب میں نو' پانچویں حزب میں گیارہ اور چھٹے حزب میں تیرہ سورتیں ہیں۔ دیکھئے کیا خوبصورت تدریج ہے۔ اس کے بعد حزب مفصل ہے' جس میں ساٹھ سے زائد سورتیں ہیں۔ اس میں زیادہ تر چھوٹی سورتیں ہیں اور اس کا آغاز سورۂ ق سے ہوتا ہے۔ اس حزب میں اکثر مکی سورتیں ہیں جن کا اصل مضمون تذکیر ہے یعنی آخرت کے حوالے سے یا سابقہ رسولوں کی قوموں پر جو عذاب ہلاکت آیا اس کے حوالے سے یاد دہانی اور نصیحت کرائی گئی ہے۔

سورۂ ق کا آغاز ایک حرفِ مقطع سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی انتیس سورتیں ہیں جن کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا۔ ان میں سے تین ایسی ہیں جن کے آغاز میں صرف ایک حرف آیا ہے۔ 23ویں پارے میں سورۂ ص جو ایک حرف سے شروع ہوئی ہے: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ﴾ (ص:1) چھبیسویں پارے میں سورۂ ق ہے ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ (ق:1) انتیسویں پارے میں تیسری سورت ہے سورۃ القلم' جس کا آغاز ایک حرف سے ہوا: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ﴾ (قلم:1) حروفِ مقطعات کی تشریح کے حوالے سے مفسرین نے جو کوششیں کی ہیں' وہ سب قیاسات پر مشتمل ہیں۔ ان کے مطالب کا حتمی علم سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں ہے۔

اب اس سورۂ مبارکہ کا آغاز کرتے ہیں۔ ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ (ق:1) ''ق (یہ حرف مقطع ہے) اور قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی شان والا ہے''۔ یعنی اس قرآن کی قسم جو انتہائی عظمت والا ہے' جو پوری نوع انسانی کے لئے رحمت کا پیغام ہے' اس کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''لیکن کفار کو تعجب ہوا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک خبردار کرنے والا جو انہی میں سے ہے''۔ ﴿فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ﴾ (ق:2) ''کافر کہنے لگے یہ بات تو بڑی عجیب ہے''۔ یعنی یہ نہایت عظمت والا قرآن جس شخصیت پر نازل ہوا ہے' اسے یہ کفار اللہ کا رسول ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ ہم ہی میں سے ایک انسان جس کی پیدائش بھی ہمارے ہاں اسی علاقے میں ہوئی ہے' جو ہمارے درمیان پلا بڑھا ہے' اس پر وحی آئے اور وہ اللہ کا نمائندہ' اللہ کا رسول بن جائے۔ ان کے خیال میں کیا ہونا چاہئے تھا' اس کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہوں پر ہے۔ وہ کہتے تھے کہ کوئی فرشتہ آسمان سے رسول بن کر اترتا ہوا نظر آتا' یا اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کے دائیں بائیں فرشتے ہونے چاہئیں جو ہٹو بچو کی آوازیں لگا رہے ہوں وغیرہ۔ دراصل انہیں دو باتوں پر تعجب تھا۔ اللہ کے حوالے سے تعجب نہیں تھا کیونکہ اللہ کو وہ پہلے سے مانتے تھے۔ بے شمار مقامات پر قرآن مجید میں آنحضور ﷺ سے فرمایا گیا: اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو لازماً ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ ہی خالق ہے آسمانوں اور زمین کا۔ لیکن ان کا کہنا تھا کہ وہ اللہ تو بہت پرے ہے لہٰذا یہ بت جنہیں ہم پوجتے ہیں یہ اس تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔ بہرحال وہ اللہ کے منکر نہیں تھے۔ انہیں تعجب دو باتوں پر تھا۔ اڑھائی ہزار برس سے ان کے ہاں چونکہ کوئی نبی اور رسول نہیں آیا تھا لہٰذا رسالت ان کے لئے نئی شے تھی۔ چنانچہ وہ کہتے کہ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم جیسے گوشت پوست کے انسان کو اپنا نمائندہ بنا دے اور اپنا کلام اس پر اتارے۔ انہیں دوسرا تعجب اس بات پر ہوتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کیسے اٹھائے جائیں گے۔ آخرت ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چنانچہ اگلی آیت میں ان کے اس اعتراض کو نقل کیا گیا ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ﴾ (ق:3) ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور بالکل مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ یہ لوٹ کر آنا تو بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے''۔ ان کے اعتراض کا یہاں پر جواب دیا گیا: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں کہ جو زمین کم کرتی ہے ان کے جسد میں سے''۔ یعنی زمین کیا کچھ گھٹاتی ہے' انسانی خلیات (cells) کہاں جاتے ہیں اور وہ کہاں تحلیل ہوتے ہیں وہ سب ہمارے علم میں ہے۔ ﴿وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ﴾ (ق:4) ''ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو ہر شے کو محفوظ کرنے والی ہے''۔ ایک ایک سیل کا ریکارڈ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ سورۂ قیامہ میں اسی اعتراض کا جواب بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ دیا گیا۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم پھر اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکیں گے۔'' فرمایا: ''سن لو ہم

تو اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوروں کو بھی دوبارہ درست کر دیں"۔ یہ انگلیوں کی پوروں کا ذکر کیوں ہے؟ دراصل ہر شخص دنیا میں جو آیا ہے اس کے فنگر پرنٹ دوسرے سے مختلف ہیں۔ فرمایا کہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوروں کو بھی اپنی اصل حالت میں لے آئیں۔ یہ ہے اللہ کی خلاقی جس کا قرآن مجید مختلف مقامات پر ذکر کرتا ہے۔ اسی سورۃ ق میں آگے جا کر فرمایا: ﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ﴾ کیا پہلی مرتبہ پیدا کر کے ہم عاجز آ گئے اور ہماری قوت تخلیق کے سوتے خشک ہو گئے کہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے۔ رسالت اور آخرت کے حوالے سے یہ اعتراضات اُس دور میں بھی تھے اور آج بھی آپ کو انہی باتوں کا انکار ملے گا' اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ اکثریت کی سوچ یہ ہے کہ اول تو ہم کسی آسمانی ہدایت کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی نبی آئے اور اس پر اللہ کی طرف سے وحی اترے جس میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان ہو' فکری رہنمائی بھی ہو اور عملی رہنمائی بھی ہو۔ حتیٰ کہ مذاہب کے ماننے والوں کا بھی یہ حال ہے کہ عقیدے کی ایک پوٹلی الگ ہے' لیکن جب آپ کریدیں تو حقیقت کے اعتبار سے انکار ہی نظر آئے گا۔ یہ اس جدید تہذیب کا شاخسانہ ہے۔ یہ مغربی تہذیب جو درحقیقت دجالی تہذیب ہے اس کی جڑ کے اندر خدا اور آخرت کا انکار موجود ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا کہ مذہب ایک افیون ہے۔ یہ انسان کی نفسیاتی ضرورت ہے کسی کو ماننا' کسی ایک سہارے کا ہونا کہ اس کائنات میں کوئی برتر ہستی ہے جو ہماری محافظ ہے۔ چنانچہ اس تہذیب کا موقف یہ ہے کہ ٹھیک ہے ہم اس حد تک گوارہ کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنا اپنا عقیدہ رکھے' اپنے اپنے طریقے پر عبادت کرے لیکن اجتماعی معاملات' سیاسی نظام' معاشی نظام' معاشرتی اصول' یہ ہم خود بنائیں گے۔ ہم اس معاملے میں کسی آسمانی ہدایت کو نہیں مانتے۔ فرائڈ جسے دور جدید میں انسانی نفسیات کا عظیم ترین ماہر تسلیم کیا گیا' کے نزدیک تو مذہب کی طرف کوئی شخص اگر راغب ہوتا ہے تو یہ نفسیاتی بیماری کی علامت ہے کہ اس کے اندر خوداعتمادی نہیں ہے۔ اس کی تعمیر شخصیت میں کچھ خامی رہ گئی ہے۔ لہٰذا اسے کسی ذہنی سہارے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ مذہب کی شکل میں ایک سہارا ذہن میں تراش لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ نارمل صورت حال نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس بات کی تردید فرائڈ ہی کے ایک ہونہار شاگرد نے کی جسے علمی حلقوں میں بعض لوگ فرائڈ سے بھی اوپر شمار کرتے ہیں۔ اس نے بالکل برعکس بات کی لیکن چونکہ پورا ماحول سازگار نہیں تھا اس لئے فرائڈ کی بات پھیلی ہے' اس کی بات نہیں پھیلی۔ اس نے یہ اعتراف کیا کہ مذہب سے وابستگی انسان کا ایک نارمل رویہ (behaviour) ہے۔ جو لوگ مذہب سے بیگانگی اختیار کرتے ہیں وہ آخری عمر میں ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کے ایمان کو اس جدید تہذیب نے غیر موثر بنا دیا۔ آج کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد زندگی اول تو ہے ہی نہیں کیونکہ جس چیز کی ہم اپنے حواس سے تصدیق نہ کر سکیں وہ چیز بے معنی ہے' اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ تو جدید سوچ ہے۔ لیکن جو قدرے معتدل لوگ ہیں ان کی بھی رائے یہ ہے کہ ہم انکار بھی نہیں کرتے' اقرار بھی نہیں کرتے۔ کس نے دیکھی آخرت؟ کون آیا مرنے کے بعد دوبارہ جس نے وہاں کی تصدیق کی ہو؟ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ شاید ہو' شاید نہ ہو۔ لیکن یہ دنیا تو ہے لہٰذا اس کو تو زیادہ سے زیادہ پُر لطف بنایا جائے۔ اس میں خوب مزے لوٹے جائیں۔ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ آج کا یہی فلسفۂ حیات ہے۔ دیکھئے' جس چیز پر تعجب زمانہ جاہلیت میں تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے' آج بھی وہی ہے۔ وہی جہالت' وہی گمراہی آج بھی پوری دنیا میں مسلط ہے۔ اب تذکیر کیا ہے؟ تذکیر ہے اس طرف توجہ دلانا کہ اللہ کی خلاقی دیکھو' اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو' مظاہر فطرت پر غور کرو۔ جو باتیں تمہارے نبی بتاتے ہیں اگر ان پر تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ حق ہے اور تمہاری فطرت اس کی تائید کرتی ہے' تو انہیں مانو۔ ہوتا یہ ہے کہ انسان کا دل تو حق کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا' اس لئے وہ فطرت کی اس گواہی کو دبا دیتا ہے اور ڈھٹائی سے انکار کرتا ہے۔ وہ عذر لنگ تراشتا ہے کہ کیسے دوبارہ ہڈیاں جڑیں گی' یہ بات تو عقل میں نہیں آتی۔ جبکہ اصل بات کیا ہے؟ ﴿بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ انسان چاہتا ہے کہ اسی فسق و فجور میں آگے بڑھتا رہے' وہ جس طرز حیات کا اور جن گناہوں کا عادی ہو چکا ہے انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ آسمانی ہدایت کو مان لے' یہ مان لے کہ اللہ کے ہاں حاضری ہے اور ہر عمل کی جواب دہی ہے تو پھر حرام چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ پابندیاں اختیار کرنا پڑیں گی۔ اسی معنی میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: (اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ) "مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت"۔ چنانچہ آج کا انسان دنیاوی آسائشوں کی طلب کے باعث یہ ماننا نہیں چاہتا کہ آخرت ہے۔ وہ اسی دنیا کو جنت بنانے پر تلا ہوا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں یہی فرمایا: ﴿بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ﴾ (ق:5) "بلکہ انہوں نے حق کے آنے کے بعد اسے جھٹلایا' پس وہ ایک الجھی ہوئی بات کے اندر پڑے ہوئے ہیں"۔ اللہ کو مانتے بھی ہیں' اس کی خلاقی کے مظاہر بھی دیکھ رہے ہیں لیکن یہ ماننے کو تیار نہیں کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھا سکتا ہے۔ آج کا انسان بھی اسی تضادِ فکری میں مبتلا ہے۔

یہاں تک سورۃ ق کی پانچ آیات مکمل ہوئیں۔ ان شاء اللہ اگلے جمعہ سے اگلی آیات کا بیان ہوگا۔

(اس کے بعد امیر تنظیم نے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو فرمائی جو پریس ریلیز کی صورت میں ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 7 میں شائع ہو چکی ہے)

ہورڈنگز کی تنصیب کے لئے ضابطہ اخلاق

ناظم شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی کی طرف سے ڈائریکٹر جنرل PHA کو لکھے گئے خط کا عکس

میں بحیثیت مسلمان ومحب وطن پاکستانی آپ کی توجہ پی ایچ اے سے منظور شدہ Hoardings/Billboards کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس ضمن میں گزارش ہے کہ میں اور آپ ایک ایسے اسلامی معاشرے کے فرد ہیں جس میں عورت ماں' بہن' بیٹی اور بیوی ہر روپ میں قابل احترام ہے۔ قرآن وحدیث میں اس حوالے سے ستر وحجاب کے احکامات کا خصوصی طور پر ذکر مذکور ہے اور ہمارا دین عورت کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ لیکن مغربی معاشرے کی تقلید میں پاکستانی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں نے نوجوان عورت کو روزمرہ استعمال کی اشیاء کی تشہیر کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ شبیر احمد صاحب ایسے عریاں اور فحش ہورڈنگز بھی ہیں کہ شریف النفس انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اور ایک مسلمان سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ کیا یہ واقعی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ یہاں تک کے موٹر سائیکل' شیونگ کریم وغیرہ کے اشتہارات میں بھی عورت کو شمع محفل بنایا جاتا ہے۔ ان بورڈز سے حاصل ہونے والی آمدن اگرچہ قومی خزانے میں اضافے کا موجب بنتی ہے لیکن بورڈ کی تنصیب سے فحاشی اور بے ہودگی جس انداز میں عام ہو رہی ہے وہ نہ صرف دینی احکامات کی سراسر خلاف ورزی ہے بلکہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی بات ہے۔ ایسے حالات میں راقم انتہائی دردمند دل کے ساتھ آپ سے التماس کرتا ہے کہ ہم اشیاء کی تشہیر کے لئے بورڈ آویزاں کرنے کے خلاف نہیں۔ گزارش صرف یہ ہے کہ آپ اپنے ادارہ میں ایک ایسا ضابطہ اخلاق مرتب کریں جس کی روشنی میں بورڈز لگانے والی کمپنیوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ فحاشی وعریانی عام کرنے والے مخرب اخلاق بورڈ آویزاں نہ کر سکیں۔ ایسے ضابطہ اخلاق کو مرتب کرنے کے لئے درکار ہر قسم کی مشاورت ومعاونت کے لئے ہم حاضر ہیں۔

روشن خیالی کا سیلاب

ایوب بیگ مرزا

> پرانے زمانے کے بادشاہ بھیس بدل کر عوامی زندگی کا کبھی کبھار نظارہ کیا کرتے تھے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ جس وقت صدر مشرف سڑک پر نکلتے ہیں تو عوام اُس روز چھٹی کرتے ہیں۔

صدر مشرف نے اپنی ویب سائٹ کے افتتاح کے موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ لڑکیوں کو نیکریں پہنے نہیں دیکھ سکتے' وہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ انہوں نے بلوچستان کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس معاملے میں کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا جائے گا اور وارلارڈز بن جانے والے تینوں سرداروں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ انہوں نے یہ چشم کشا انکشاف بھی کیا کہ ملک میں کوئی مہنگائی نہیں ہے۔ ڈاکٹر شازیہ خالد کیس میں انہوں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ کیپٹن حماد سو فیصد بے گناہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بسنت اور میراتھن ریس سے پاکستان کا روشن خیال اور اعتدال پسند تشخص ابھرا ہے۔ بسنت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک اچھا تجربہ ہے اور آئندہ سال بسنت اسلام آباد میں بھی منائی جائے گی۔

صدر صاحب نے ایک ہی محفل میں بہت سے ایشو چھیڑ دیئے اور تحکمانہ لہجے میں فیصلے بھی صادر فرما دیئے ہیں۔ ایک صحافی کے اس سوال پر کہ میراتھن ریس غیر ملکی خواتین نے نیکریں پہن کر حصہ لیا ہے جس پر ملک بھر میں تنقید ہو رہی ہے' اس پر صدر محترم کی روشن خیالی بھڑک اٹھی اور بھنا کر کہا کہ جو لوگ لڑکیوں کو نیکریں پہنے نہیں دیکھ سکتے وہ آنکھیں بند کرلیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر مشرف امت مسلمہ میں روشن خیالی کے مینار بن کر ابھرے ہیں۔ ان کا لڑکپن ترکی کی آزاد اور سیکولر فضاؤں میں گزرا ہے۔ پھر پاکستانی فوج میں ان کی نشوونما اسی ماحول میں ہوئی ہے جو برطانیہ نے ہندوستانیوں کے لئے انگلستان سے امپورٹ کیا تھا۔ صدر صاحب کی روشن خیالی کا ایک سنا سنایا واقعہ یہ بھی ہے کہ جب آپ ملتان میں متعین تھے۔ فوج کا کوئی اہم فنکشن تھا جس میں ہلکا پھلکا موسیقی کا پروگرام بھی ہوتا تھا لیکن کسی خاتون گلوکارہ کا حصہ لینا اس وقت تک فوجی روایات کے خلاف تھا۔ ملتان کے کور کمانڈر اس وقت عمرہ کے لئے سرزمین حجاز میں تھے۔ مشرف جو شاید اس وقت کرنل کے عہدہ پر فائز تھے' انہوں نے افسر مجاز سے درخواست کی کہ اس تقریب میں ثریا ملتانیکر کو بلایا جائے۔ افسر مجاز نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ خلاف روایت کام کور کمانڈر تو کر سکتا ہے وہ ان کی عدم موجودگی میں ایسا نہیں کر سکتے۔ مشرف صاحب نے اصرار کیا اور درخواست کی کہ کور کمانڈر سے خانہ خدا میں رابطہ کیا جائے اور ان سے اجازت لی جائے۔ افسر مجاز نے مشرف صاحب کے اصرار پر رابطہ کیا اور گلوکارہ کی شرکت کی اجازت لی۔ دروغ برگردنِ راوی۔ مشرف صاحب کی روشن خیالی کا بھانڈا تو ان کے امریکی دوست اور فوجی جرنیل زینی نے بھی یہ کہہ کر پھوڑ دیا تھا کہ:

"He is the last man in the Pakistan Army whom we can depend"

شاید اسی اشیر باد کا نتیجہ تھا کہ جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالتے ہی جنرل زینی سے رابطہ کر کے کہا تھا:

Dear Zeni I have taken over

اقتدار سنبھالنے کے فوری بعد جب ان سے ان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں غیر ملکی صحافیوں نے پوچھا تو جنرل زینی کی توقع کے عین مطابق انہوں نے کتے کے دو پلے (کتیا کے بچے) جو گود میں اٹھائے ہوئے تھے انہیں صحافیوں کی طرف بڑھا کر کہا تھا یہ میری خارجہ پالیسی ہوگی۔ انہوں نے امت مسلمہ میں بیسویں صدی کے سب سے بڑے اور کٹر سیکولر لیڈر مصطفیٰ کمال اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دیا تھا۔ لہٰذا عملی اسلام ان کا قصہ ماضی تب سمجھتے اگر کبھی کسی دور میں اس بیچارے سے رابطہ ہوا ہوتا۔

جنرل صاحب! آپ نے رجعت پسندوں کو آنکھیں بند کرنے کو کہا ہے۔ راقم کے خیال میں قوم کو اب اپنی آنکھیں بند نہیں نکال دینی چاہئیں اور اندھی ہو جانی چاہئیں کیونکہ بند آنکھیں کسی وقت کھل سکتی ہیں۔ جنرل صاحب مسئلہ کارگل سے چلا تھا اس وقت قوم نے نگاہیں صرف نیچی کی تھیں' اس لئے کہ اس وقت ضرورت بھی صرف نگاہیں نیچی کرنے کی تھی کیونکہ اگر عوام اس وقت نگاہیں اوپر اٹھا لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جہاز کا اغوا حقیقی ہے؟ بس اسی روز سے قوم روشن خیالی کے سفر پر رواں دواں ہے۔ نئی حکومت کے آتے ہی سڑک کے دونوں کناروں پر ایسے ایسے ہورڈنگز اور بل بورڈز لگا دیئے گئے ہیں کہ بہت سوں کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور سڑکیں روشنی کے لئے واپڈا کی محتاج نہیں رہیں اور ہورڈنگز بورڈز پر ایسی ایسی عبارات لکھی ہیں کہ پڑھتا جا اور شرماتا جا۔ صدر محترم نے یہ بھی بالکل درست کہا ہے کہ بھارت کا دفاعی بجٹ اگر ہمارے کل بجٹ سے بڑھ گیا ہے تو کیا ہوا اور اگر امریکہ نے جدید ترین میزائل کا نظام اور پیٹریاٹ بھارت کو فروخت کر دیا ہے تو کیا ہوا کیونکہ اب اصل مسابقت تو روشن خیالی کے میدان میں ہوگی اور یہ میدان مارنے کے لئے ہم چہار سو کوشاں ہیں۔ ایک طرف تو ہم نے فلمی اداکاروں کو ہندو ہیرو کے خلاف میدان میں اتارا ہے اور وہ ان کی سرزمین پر معرکہ آرا ہیں اور خود پاکستان میں وزیر خارجہ پاکستان خورشید محمود قصوری کے عشائیہ میں ہمارے سابق سیکرٹری خارجہ اور حالیہ چیئرمین پی سی بی شہریار خان کی بیگم بھارت کے وزیر خارجہ نٹور سنگھ کو اپنی بانہوں کے حصار میں قید کر رہی ہیں۔ شہریار جو ایک عرصہ ہوا سیکرٹری خارجہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے کرکٹ کے شائقین کو یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بوڑھے ریٹائر بیوروکریٹ کا کرکٹ سے کیا تعلق تھا جو اسے اس عمر میں کھیلوں کی دنیا میں امیر ترین بورڈ کا چیئرمین لگا دیا گیا ہے انسان میں کوئی نہ کوئی تو خوبی ہوتی ہے کہ وہ ترقی کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ بہرحال وہ زمانہ گیا جب سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے پاکستان کو ثقافتی لحاظ سے فتح کر لیا ہے۔ اب تو ہماری روشن خیالی کے مقابلے میں بھارتی ثقافت شرمسار ہے۔ اور وہ جو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے کہا تھا کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں' صرف اس لئے نہیں کہ ان کا مذہب الگ الگ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ ان کی بود و باش مختلف ہے' ان کے رسم و رواج مختلف ہیں اور ان کی ثقافت بالکل مختلف ہے۔ اس قول پر 60 سال کی مٹی پڑ چکی ہے اور ویسے بھی 60 سال ریٹائرمنٹ کی عمر ہے کتنا خوش قسمت تھا بانی پاکستان کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد منوں مٹی تلے چلا گیا ورنہ آج کم از کم انتہا پسند تو ضرور کہلاتا۔

بلوچستان کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے شاہی فرمان کچھ یوں جاری ہوا کہ کیپٹن حماد صد فی صد بے گناہ ہے۔ مزید برآں یہ کہ بلوچستان کے معاملے میں کسی قسم کی لچک نہیں دکھائی جائے گی۔ جہاں تک لچک کا تعلق ہے اس کی نائن الیون کے بعد ہم نے بہت بڑی انڈسٹری لگائی تھی

لیکن اس کا سارے کا سارا مال امریکہ اور بھارت نے بک کر لیا ہے۔ لہٰذا یہ امریکہ اور بھارت کے علاوہ کسی کو دستیاب نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر شازیہ خالد کیس میں کیپٹن حماد کا نام شروع سے ہی سامنے آیا تھا۔ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے البتہ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ سے پہلے شہنشاہ معظم نے کیپٹن حماد کو جس انداز میں بری کیا ہے اس حوالہ سے سوچا جائے تو قومی مفاد کا زبردست تقاضا ہے کہ صدر مشرف چیف جسٹس کا عہدہ بھی سنبھال لیں تاکہ ڈاکٹر شازیہ خالد بننے والی ہر دوشیزہ روشن خیالی کا جیتا جاگتا اور چلتا پھرتا ثبوت بن جائے۔

ہمارے قابل صد احترام صدر نے بسنت کے بارے میں نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس سے پاکستان کا ایک روشن خیال تصور مزید اجاگر ہوا ہے جبکہ بسنت نائٹ کے دوران اخباری اطلاعات کے مطابق قانون کی دھجیاں بکھیری گئیں۔ کان پھاڑنے والی بے ہنگم موسیقی' شراب اور کباب' ہوائی فائرنگ' پتنگ کاٹنے پر لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے بے ہودہ نعرہ بازی۔ علاوہ ازیں اداکاروں اور فنکاروں کی فنکاری بڑی بڑی عمارتوں کی چھتوں پر سرِعام عروج پر تھی۔ اس سب کچھ کے نتیجہ میں صرف لاہور میں 24 افراد ہلاک ہوئے۔ واپڈا کے کئی فیڈر مکمل طور پر تباہ ہو گئے' بے شمار لوگ زخمی ہوئے اور جسمانی طور پر معذور ہو گئے۔ لیکن صدر محترم کو یہ سب کچھ اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اسلام آباد میں اس کی ریہرسل کی خواہش کا اظہار کیا۔

پرانے زمانے کے بادشاہ بھیس بدل کر عوامی زندگی کا کبھی کبھار نظارہ کیا کرتے تھے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جس وقت صدر مشرف سڑک پر نکلتے ہیں تو عوام اس روز چھٹی کرتے ہیں۔ روشن خیال صدارت کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ وقفہ وقفہ سے عوام کو گھروں میں آرام کرنے کا موقع مہیا کیا جاتا۔ آخر میں انہوں نے بغیر کسی جھجک اور تامل کے یہ فرمایا کہ ملک میں مہنگائی بالکل نہیں ہے اور ملکی معیشت ٹیک آف کر چکی ہے ان کی جرنیلی آواز ابھی فضا میں گونج رہی تھی کہ سرکاری طور پر یہ اعلان ہوا کہ پٹرولیم کی مصنوعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پٹرول کی قیمت ایک روپیہ ستاون پیسے فی لیٹر بڑھا دی گئی ہے۔ یہ وہ عذاب ہے جو ہر پندرہ روز کے بعد قوم پر نازل ہو رہا ہے۔ مہنگائی کے حوالہ سے صدر محترم کے بیان پر راقم میں تبصرہ کی سکت نہیں ہے۔ اس لئے اس پر تبصرہ قارئین کے ذمہ ہے۔ صدر نے اپنی ویب سائٹ کا افتتاح کر دیا ہے۔ اب گیند عوام کی کورٹ میں ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ مینار پاکستان سے کودنے' ریل گاڑیوں کے نیچے سر دینے اور دریاؤں میں چھلانگیں لگانے جیسے مشاغل سے اب باز آ جائیں پانچ سالوں میں بہت ہو چکی اب سیدھے سیدھے آن لائن آئیں۔ ❁ ❁

گوشۂ خواتین

ایک ماں کی فریاد

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

بحوالہ تعلیمی اداروں پر آغا خان بورڈ کے اثرات!

آج مورخہ 10 فروری 2005ء کے نوائے وقت میں کالم بے نیازیاں میں "پڑھے لکھے پنجاب میں بچوں سے جنسی سوال و جواب" پڑھا۔ آغا خان ایجوکیشن سروس کا مرتب کیا ہوا یہ سوالنامہ ایک طرف تو عوام کے لئے باعثِ تکلیف ہے اور دوسری طرف آغا خان بورڈ اپنے تمام تر irrevocable اختیارات سمیت اپنا کام شروع کر چکا ہے۔ ہم پر ہنود و یہود تعلیمی نصاب اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بھرپور یلغار کر چکے ہیں۔

میں بھی ایک ماں ہوں۔ میرے بچے بھی بیکن ہاؤس سکول میں پڑھتے ہیں۔ میں سوال کرنا چاہتی ہوں' اُن ماؤں سے جن کے بچے اس وقت بیکن ہاؤس' سٹی سکول' آرمی پبلک سکول اور دوسرے پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں پڑھتے ہیں کہ اُن کی غیرت کہاں جا سوئی ہے۔ کیا صرف دنیا کی عیاشیاں ہی ہمارا مقصدِ حیات بن چکی ہیں۔ ہمارے بچوں میں بے غیرتی اتنی چھوٹی عمر سے ڈالی جا رہی ہے کہ انہیں غیرت کا مطلب لغت سے دیکھ کر بھی نہ سمجھ آئے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم یعنی بچوں کے والدین بے بس ہیں' اس بات کے ثبوت کے طور میں یاد دہانی کروانا چاہوں گی کہ کچھ عرصہ پہلے O لیول کے اردو نصاب میں ایک کتاب شامل کی گئی تھی جس میں انتہائی فحش کہانیاں شامل تھیں' والدین کے شدید احتجاج کے بعد وہ کتاب نصاب سے نکال دی گئی تھی۔ عوام کی بات شاید اہلِ اقتدار کے لئے سیلاب کے جھاگ کی حیثیت رکھتی ہو۔ لیکن پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے چلنے کا انحصار بچوں کی فیسوں پر ہے آپ مجبور نہیں' وہ مجبور ہیں' بات صرف اس غلاظت کے نتائج کو سمجھنے اور قوت کو استعمال کرنے کی ہے۔ یاد رکھئے آپ کی بے حسی نہ صرف آپ کے بچوں بلکہ اُن کی آنے والی نسلوں کو بھی لے ڈوبے گی۔ اپنے دشمنوں کو پہچانئے۔

سورۃ النساء کی آیت 44-45 پر غور کیجئے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَۃَ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ۝ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِکُمْ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا وَّکَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیْرًا ۝﴾

"کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ وہ مول لیتے ہیں (اختیار کرتے ہیں) گمراہی اور وہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے حامی اور اللہ کافی ہے مددگار"۔

کیوں نہیں ہم اپنے دشمنوں کو پہچانتے؟ اللہ کی مدد کیوں نہیں مانگتے؟ ہمارا عقیدہ صرف دنیا کی زندگی کے لئے لہو و لعب نہیں۔ اپنی اولاد کو اپنی آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنانا ہے ہم نے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی فحاشی ہماری جڑوں میں نہ بیٹھے تو آج اس کے خلاف شدت سے ردِعمل کا مظاہرہ کرنا ہو گا ورنہ......

مانا کہ ہمارے حکمران امریکہ کے غلام ہیں پر ہم تو نہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سالہا سال سے کہہ رہے تھے کہ اس ملک میں سیکولر نظام نافذ ہونے والا ہے' کچھ کرنا چاہئے۔ کسی نے اُن کی نہ سنی' آج انجام ہمارے سامنے ہے۔ دینی جماعتوں کی سیاست میں شامل ہونے کی بجائے عوام کو بیدار کرنے کو کہتے رہے۔ لیکن ان کی نہ سننے کا انجام بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ آج ڈیڑھ صوبے کی حکومت کے باوجود ایم ایم اے کس قدر بے بس ہے' کون نہیں جانتا۔ اقتدار میں آنے سے وہ جو ایک بھرم تھا وہ بھی جاتا رہا۔

میری التجا ہے ماؤں سے۔ خدارا ایک پریشر گروپ بنائیں' شدید احتجاج کریں اگر پھر بھی بات نہ بنے تو اپنے بچوں کو ان سکولوں سے نکال لیں۔ آپ خود دیکھیں گی کہ یہ سکول آپ کے بچوں کے بغیر چل ہی نہیں سکتے انہیں مجبور کریں آغا خان بورڈ کا بائیکاٹ کرنے پر۔ اس طرح نہ صرف آپ اپنے بچوں کا مستقبل بچا سکیں گی۔ بلکہ پوری قوم اور آنے والی نسلیں آپ کی احسان مند ہوں گی۔

تنظیم اسلامی کا پیغام

نظامِ خلافت کا قیام

سود کے بوجھ تلے دب کر آج کا انسان معاشی حیوان بن چکا ہے۔ڈاکٹر طاہر ابرار

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سودی لین دین کرنے والا زنا سے 36 گنا بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔میاں محمد اکرم

آئی ایم ایف سود کے متبادل نظام کو قابل عمل کہتا ہے جبکہ ہمارے حکمران اسے نافذ نہیں کرنا چاہتے۔اسماعیل قریشی

بے اختیار وفاقی شرعی عدالت کے قیام کا مقصد اسلامائزیشن کے عمل کو سست کرنا تھا۔جسٹس وجیہہ الدین

ہمیں قانونی جنگ میں مزید وقت ضائع کئے بغیر انقلاب کی تیاری کرنا چاہئے۔ڈاکٹر اسرار احمد

نفاذ اسلام اور انسداد سود کے ضمن میں حکمرانوں کا 57 سالہ [illegible] یہ گواہ ہے کہ انقلاب کے بغیر تبدیلی ممکن نہیں ٥ عاطف وحید

بینکنگ کا متبادل TMCL سسٹم اسلام اور جدید معاشی اصولوں کے عین مطابق ہے۔عبید اللہ خان

سود کو بتدریج ختم کرنے کا نظریہ خلاف اسلام ہے ٥ عبدالودود خان

انسداد سود کے لئے بھرپور تحریک چلانا ہوگی۔انجینئر سلیم اللہ

اسلام اور بینکنگ

کے موضوع پر شعبہ تحقیق اسلامی کے زیر اہتمام 16 اور 17 فروری کو قرآن آڈیٹوریم میں منعقدہ دو روزہ سیمینار کی روداد

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں 16 فروری بعد نماز مغرب شام ساڑھے چھ بجے ''اسلام اور بینکنگ'' کے موضوع پر دو روزہ سیمینار کا آغاز ہوا۔ یہ سیمینار مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبہ تحقیق اسلامی نے منعقد کیا تھا۔شعبہ تحقیق اسلامی کے انچارج حافظ عاکف وحید نے اس سیمینار کی میزبانی کے فرائض ادا کئے۔سیمینار کی صدارت صدر صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن اور بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے فرمائی۔پہلے روز کے مقررین میں ڈاکٹر طاہر ابرار' پروفیسر میاں محمد اکرم' جناب اسماعیل قریشی اور جسٹس (ریٹائرڈ) وجیہہ الدین شامل تھے۔سیمینار کے موضوعات کو دو ایام میں اس طرح تقسیم کیا گیا تھا کہ سودی نظام کی بنیاد پر ظالمانہ عالمی مالیاتی نظام کے ہتھکنڈے' سود کی حرمت اور پاکستان میں انسداد سود کا ماضی' حال اور مستقبل پہلے روز بیان ہونا تھا' جبکہ بینکنگ کے لئے متبادل اسلامی اساسات یعنی انسداد سود کے عملی پہلو جیسے موضوعات دوسرے روز کے پروگرام میں شامل تھے۔پروگرام شروع ہوا تو قرآن آڈیٹوریم میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔پروگرام شروع ہونے سے پہلے خیال تھا کہ چونکہ یہ ایک تکنیکی اور خالصتاً علمی موضوع ہے لہٰذا عوامی حاضری زیادہ نہ ہوگی لیکن بہت سے افراد نے آڈیٹوریم میں جگہ نہ ہونے کے باعث کھڑے ہو کر سیمینار کے مقررین کو سنا۔

قاری احمد ہاشمی نے تلاوت کلامِ پاک سے پروگرام کا آغاز کیا۔

تلاوت کے بعد حافظ عاطف وحید نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ سیمینار کے انعقاد کا پس منظر اور محرکات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ سیمینار اس غرض سے منعقد کیا جا رہا تا کہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں عمومی آگہی پیدا کی جائے اور کہ سودی نظام کے خاتمے کے لئے ہر ہوش مند اور باشعور شخص اپنا اپنا کردار ادا کر سکے۔

ڈاکٹر طاہر ابرار:

جناب ڈاکٹر طاہر ابرار آئی سرجن ہیں' ان کا سوشل سائنسز سے بھی تعلق ہے اور اسلامی نظام بینکنگ کے حوالے سے تحقیق ان کا خصوصی موضوع ہے۔''عالمی مالیاتی شکنجہ اور سودی نظام کی ہلاکت خیزی'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تیرھویں چودھویں صدی میں بینکنگ نظام منظم ہونا شروع ہوا۔جدید نظام بینکاری' دو چیزوں یعنی سود اور جزوی ریزرو کا مرکب ہے جبکہ دور حاضر کی نئی اختراعات میں سے ایک تیسری شے الیکٹرانک منی ہے۔

سود سے اکثر حضرات واقف ہیں۔ جزوی ریزرو سے مراد یہ ہے کہ بنک اپنے ریزرو سے دس گنا زیادہ رقم قرض پر دے سکتا ہے۔ بقیہ 9 گنا رقم کو آؤٹ آف سائٹ کرنسی کہا جاتا ہے۔ یہ غیر مرئی کرنسی ہی اصل فساد کی جڑ ہے۔انہی ہتھکنڈوں کے باعث آج کی حکومتیں بنکوں کی مقروض ہیں۔انہوں نے کہا کہ مائیکرو لیول پر ساڑھے پانچ ہزار فی صد سالانہ سود ہر شخص ادا کر رہا ہے۔مثلاً جو لباس ہم نے پہنا ہے' اس میں کھاد' بیج' کپاس' بجلی' ٹرانسپورٹ وغیرہ کے ذریعے 55 سطحوں پر سود شامل ہو جاتا ہے۔ اگر فرض کریں ہر سطح پر 10 فیصد سود ہو تو 550% سود اس کپڑے میں شامل ہوا۔اسی طرح بنیادی ضروریات بجلی' گیس' وغیرہ کو اگر 550 سے ضرب دیں تو ہر تجھ گزار ساڑھے 5 ہزار فیصد سود ادا کر رہا ہے۔اس سودی نظام کے باعث فوجی حکومت ہو' جمہوریت ہو' یا بادشاہت

سب بنکوں کی غلام ہیں۔ چنانچہ بینکاران حکومتوں کے تحت چلنے والے تمام اداروں' یونیورسٹیوں' عبادت خانوں' الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا وغیرہ میں اپنے مقاصد کی آب یاری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اسی بوجھ کے باعث آج انسان معاشی حیوان بن چکا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہمارے ہاں بھی کچھ عرصے میں consumer financing کے باعث لوگوں کے assests قرقی ہو کر بنکوں کی تجوریوں میں منتقل ہو جائیں گے۔ یہی بینکار دوسری طرف کیبل سسٹم کے ذریعے فحاشی وعریانی کا سیلاب ہمارے ہاں لا رہے ہیں۔ چنانچہ یورپ کے قوانین میں ہے کہ اگر کوئی شخص کیبل کی تار کاٹ دے تو اسے 10 ملین روپے جرمانہ ہو سکتا ہے۔ اب تو عالمی مالیاتی شکنجے کا حال یہ ہے کہ وہ WTO کے ذریعے وفاقی حکومت سے بالا ضلعی حکومتوں کو قرضے دے کر پورے ملک پر اپنی حکومت قائم کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جہاں جمہوری حکومتوں کے ذریعے بینکوں کے مقاصد پورے ہوں وہاں وہ جمہوریت کی مقدس گائے کو برقرار رکھتے ہیں۔ جہاں جمہوریت رکاوٹ بنے وہاں فوج کو لا کر اپنے مقاصد پورے کئے جاتے ہیں۔ جب مقاصد پورے ہونے لگیں تو پھر جمہوریت کو لایا جاتا ہے تاکہ جمہوریت جو ان کی اصل آلہ کار ہے اس پر سے بھی لوگوں کا ایمان نہ ہٹ جائے۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ بھی پرائیویٹ بینکروں کا محتاج ہے اور جنگ وہ چیز ہے جس میں پیسہ جس تیزی سے خرچ ہوتا ہے کسی اور شے میں نہیں ہوتا۔ حالیہ جنگیں گویا پرائیویٹ بینکاروں نے کروائی ہے۔ اگر امریکہ کی قوت بینکروں کے ہاتھ میں ہے تو پھر باقی حکومتوں کا کیا پوچھنا؟ بینکار دراصل لوگوں کو اللہ کی ربوبیت سے ہٹا کر خود رب بنے بیٹھے ہیں۔ کسی ملک کو برباد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہاں پہلے روپے کو پھیلا دیا جاتا ہے۔ جب لوگ بڑے بڑے پراجیکٹ شروع کر دیتے ہیں تو پھر سودی قرضوں کی واپسی کی صورت میں ان کے اثاثے کوڑیوں کے بھاؤ بینکوں کی تجوریوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

میاں محمد اکرم:

پروفیسر میاں محمد اکرم کے خطاب کا موضوع تھا: ''سود کی حرمت اور اقسام' قرآن وسنت کی روشنی میں''۔ انہوں نے سورۃ النساء کی آیت 49 کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ باہمی معاملات اور لین دین میں باطل طریقوں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ باطل طریقوں میں سے ایک معاملہ سود کا ہے۔ گویا یہ سود کی حرمت کا ابتدائی حکم ہے۔ مالی معاملات کے حوالے سے دو باطل طریقوں کو قرآن میں نمایاں کیا گیا ہے:

1۔ ارتکاز دولت جس کے حوالے سے سورۃ التوبہ کی آیات 34 اور 35 میں اخروی سزا کا ذکر ہے۔

2۔ دوسرا معاملہ سود کا ہے اس حوالے سے اسی دنیا میں سزا اور اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا۔ انہوں نے قرآنی آیات کے ترجمے سے سود کی شناعت بیان کی۔ البقرہ کی آیت 275 میں واضح طور پر سود کی حرمت کا ذکر ہے۔ البقرہ کی آیت 276 میں ہے کہ اللہ سود کو گھٹاتا ہے' مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ آیت 279 میں ان لوگوں کے خلاف اللہ اور رسول کی طرف سے واضح اعلان جنگ ہے جو سود کو نہیں چھوڑتے۔

اس کے بعد انہوں نے سود کی شناعت کے حوالے سے چند احادیث بیان کیں:

(1) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والا سود کھلانے والا' لکھنے والا اور گواہ سب پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور وہ سب اس لعنت میں برابر ہیں۔

(2) حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جو کھاتا ہے اور جو جانتا ہے کہ یہ سود ہے وہ زنا سے 36 گنا بڑے گناہ میں ملوث ہو رہا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے سود کے 70 حصے ہیں اور ان میں سے سب سے کم سنگین ایسے ہے جیسے کسی کا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا۔

انہوں نے بتایا کہ 32 احادیث ہیں جن میں سود کی حرمت اور اس پر لعنت آئی ہے۔

اس کے بعد سود کی اقسام بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

ربا کے لغوی معنی بڑھوتری' اضافے اور بلندی پر چڑھنا کے ہیں۔ اضافہ یا بڑھوتری کی ممانعت قرض کے معاملات کے حوالے سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو قرض دیا ہو تو اس سے کوئی فائدہ اٹھانا بھی سود ہے اور اس سے ہدیہ لینا بھی منع ہے۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی سفارش کے بدلے ہدیہ قبول کرنے والا سود کے بڑے دروازوں میں سے ایک پر پہنچ گیا۔ اسی طرح ابو عبادہ بن صامتؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ سونے' چاندی' کھجور' گندم' جو اور نمک کا معاملہ برابر ہو اور ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی ایک قسم کی اشیاء کا لین دین برابر ہونا چاہئے۔ ہاں اگر چیزیں مختلف ہوں تو وزن میں کمی بیشی جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ چاہے کہ چونکہ میں نے اعلیٰ قسم کی گندم' کھجور دی ہے اور تم کم درجے کی گندم یا کھجور واپس کر رہے ہو لہٰذا زیادہ مقدار میں واپسی ہو گی تو یہ سود ہے۔ اختتام پر انہوں نے کہا کہ اب تک حکومتی سطح پر سود کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ ہم انفرادی زندگی میں اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

اسماعیل قریشی:

جناب اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان میں انسداد سود کے حوالے سے عدالتی جنگ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ صدر ضیاء نے جب وفاقی شرعی عدالت قائم کی تو اس پر پابندی عائد کر دی کہ دس سال تک ملکی مالی معاملات اس کے دائرہ کار سے باہر ہوں گے۔ بہر حال جب دس سال پورے ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے (اسماعیل قریشی صاحب نے) نے سود کے خاتمے کے لئے رٹ دائر کی۔ اگر چہ بعد میں بے شمار درخواستیں جمع کرائی گئیں چنانچہ وفاقی شرعی عدالت نے کمرشل اور بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دے دیا۔ لیکن حکومت جو اس معاملے میں سنجیدہ نہ تھی اس نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی' سپریم کورٹ کے جسٹس وجیہہ الدین نے تاریخی فیصلہ لکھا اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو درست قرار دیا۔ اس پر حکومتی وکیل ایس ایم ظفر نے مہلت مانگی تو انہیں چھ ماہ کی مہلت دے دی گئی۔ چھ ماہ کے اندر حکومت نے پھر اپیل دائر کر دی تو عدالت عالیہ نے حکومت کو دوبارہ ایک سال کی مہلت دے دی کہ اس عرصے میں سودی نظام کو اسلامی اساسات کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ لیکن حکومت نے ایک سال کی مدت ہی میں ایک بیمار بینک یو بی ایل کے ذریعے دوبارہ نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی۔ چنانچہ معاملہ ازسر نو شروع ہوا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ان کارروائیوں میں تشریف لاتے رہے۔ اس دوران حکومت نے ایک بددیانتی یہ کی کہ شریعت اپیلٹ بنچ میں دو جج امپورٹ کر کے باقی ججوں کو ہٹا کر اپنی مرضی کا فیصلہ لے لیا اور فیصلے کو واپس فیڈرل شریعت کورٹ میں نظر ثانی کے لئے بھیج دیا' جہاں یہ معاملہ کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا گیا ہے' جب ہم نے وفاقی شرعی عدالت سے درخواست کی کہ اس کیس کی سماعت شروع کی جائے تو جواب ملا کہ اس کی سماعت اپنی باری پر ہو گی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب تک امریکہ ہے اس کی سماعت مشکل ہے۔ کیوں کہ اسلام کے دشمن نہیں چاہتے کہ دنیا اسلام کے نظام عدل سے متعارف ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے سود کا جو متبادل نظام بنایا ہے آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ IMF کے نمائندے کہتے ہیں کہ سود کا یہ متبادل نظام مکمل طور پر قابل عمل ہے جبکہ ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ بہر حال حکمران سن لیں کہ یہ اللہ اور رسول سے جنگ ہے اور اس جنگ کے نتیجے میں بالآخر باطل مٹ جائے گا اور حق آ کر رہے گا۔

جسٹس (ر) وجیہہ الدین

سپریم کورٹ کے سابق جسٹس جناب وجیہہ الدین جنہوں نے 1999ء کا تاریخی فیصلہ دیا' کراچی سے خصوصی طور پر اس پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف

لائے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں انجمن خدام القرآن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں جب سود کا مسئلہ پس پشت جا چکا ہے انہوں نے اس کو دوبارہ اٹھایا ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلے کی ایک اور ابتدا یہاں سے ہوگی۔ انہوں نے انسداد سود کے ضمن میں حکومتی بد دیانتی کے حوالے سے کہا کہ ہمارا حال جرمن فلسفی ہیگن کے الفاظ کے مطابق یہ ہے کہ ہم اسلام کو پسپا کرنے کا سبب ہیں۔ وہ لکھتا ہے: ''عرصہ ہوا اسلام تاریخ کے سٹیج سے گم ہو کر مشرقی آسائش و آرام میں پسپا ہو گیا''۔ یعنی ہم مسلمانوں نے اس طرح اسلامی اقدار کو پامال کیا ہے کہ اپنے ساتھ اسلام کا بھی بیڑا غرق کر دیا۔ انسداد سود کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کو جس طرح صفر کر دیا گیا وہ اسی کا مظہر ہے۔ انہوں نے پاکستان میں سود کے خاتمے کے لئے اداراتی اور قانونی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اس لئے قائم ہوا تھا کہ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو چنانچہ اس ضمن میں پہلی پیش رفت 1949ء میں قرارداد مقاصد کی صورت میں ہوئی جس میں کہا گیا کہ حاکم اعلیٰ اللہ ہے اور ہمارے سب قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے۔ اسی قرارداد کی روشنی میں پاکستان کا پہلا دستور 1956ء میں بنا۔ جسے 1958ء میں مارشل لاء کے ذریعے ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد صدر ایوب خان نے 1962ء کا دستور دیا جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ لیکن افسوس یحییٰ خان نے اس دستور کو بھی ختم کر دیا اور 1972ء میں عبوری دستور دیا البتہ اس میں بھی اسلامی نظریاتی کونسل کو برقرار رکھا گیا۔ اس کے بعد 1973ء کے آئین میں بھی اسلامی نظریاتی کونسل کو قائم رکھا گیا۔ 1973ء کے آئین میں یہ بھی ہے کہ حکومت جس قدر جلد ممکن ہو ربا کو ختم کرے گی۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیے کہ 1964ء تا 1966ء کے عرصے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے سودی معیشت کے حوالے سے جائزہ لے کر اسے غیر اسلامی قرار دے دیا تھا۔

1969ء میں بھی کونسل نے اپنی پچھلی رپورٹ کا اعادہ کیا۔ انہی آئینی کاوشوں کے پیش نظر 1977ء میں جنرل ضیاء نے سود کے حوالے سے کونسل سے رہنمائی طلب کی۔ چنانچہ 25 جون 1980ء کو کونسل نے سود کے متبادل نظام کی رپورٹ پیش کر دی۔ لیکن حکومت نے اپنا وطیرہ جاری رکھا کہ معاملے کو ٹالتے رہو۔ چنانچہ حکومت نے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا جس کا عنوان اسلام کا اقتصادی نظام تھا۔ حکومت کا خیال تھا کہ باہر سے آئے ہوئے لوگ کہیں گے کہ دور حاضر میں اسلام کا معاشی نظام قابل عمل نہیں۔ لیکن اس سیمینار میں بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی کاوشوں کو سراہا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس سیمینار میں حکومت کا پول کھولتے ہوئے بتایا کہ خاتمہ سود کے لئے کئے جانے والے اقدامات کونسل کی سفارشات کے بالکل برعکس ہیں۔ جناب جسٹس وجیہہ الدین نے ایک وفاقی سیکرٹری ایم اے قاضی کے حوالے سے بتایا کہ ایک بار وہ جنرل صدر ضیاء کے ساتھ امریکہ ایک وفد میں گئے تھے جہاں ضیاء نے امریکیوں سے کہا کہ یہ مت دیکھیں کہ میں اسلام کے بارے میں پاکستان میں کیا کہتا ہوں کیونکہ یہ وہاں کی ضرورت ہے' آپ یہ دیکھیں اس پر عمل درآمد کتنا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان الفاظ سے آپ ہماری حکومتوں کی دوغلی پالیسی ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ وہ نفاذ اسلام کے سلسلے میں کتنے مخلص ہیں۔ اس کے بعد ضیاء حکومت نے ایک نیا حربہ آزمایا۔ ضیاء نے آئین میں تبدیلی کی اور شق 3۔اے کا اضافہ کیا جس کے تحت وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا لیکن اسے بے اثر رکھنے کے لئے ایک شق یہ رکھی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے سپریم کورٹ میں اس طور سے چیلنج کئے جا سکیں گے کہ سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف درخواست جمع کراتے ہی فیصلہ خود بخود Stay ہو جائے گا۔ اس بد دیانتی کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کے قیام سے ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین سے بدلا جائے گا۔ لیکن مالی معاملات کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کو دس سال کے لئے ہتھکڑی لگا دی گئی۔ مطلب یہ کہ وفاقی شرعی عدالت کا قیام ایک فریب تھا' کیونکہ اس عدالت پر بے شمار تحدیدات لگائی گئی ہیں اور اس اعتبار سے وہ بالکل بے اختیار ہے۔ بہر حال دس سال گزرنے کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے سود کے حوالے سے تاریخی فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ اس قدر جامع تھا کہ ظفر علی راجا فیصلے کے بارے میں لکھتے ہیں: ''عدالت نے اپنے فیصلے میں نہ صرف سود کی تعریف مقرر کی بلکہ تمام بینکنگ کے معاملات کا جائزہ لے کر انہیں سودی قرار دیا' اور کہا گیا کہ 30 جون 1992ء تک تمام سودی معاملات ختم کر دیے جائیں''۔ لیکن حکومت نے اس حوالے سے پہلے ہی سپریم کورٹ میں اپیلیں دائر کر دیں اور ستم ظریفی یہ کہ یہ فیصلہ خود بخود stay ہو گیا۔ بہر حال 1999ء میں معزز عدالت نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا اور حکومت کو جون 2001ء تک مہلت دی۔ یہ فیصلہ ابھی محفوظ تھا کہ مشرف حکومت آئی اور انہوں نے PCO کے تحت حلف لیا۔ PCO کے تحت حلف کا شوشا صدر مشرف نے دراصل اپنی حکومت کو جائز قرار دلانے اور سود کے فیصلے پر نظر ثانی کرانے کے لئے اٹھایا تھا۔ چنانچہ حکومت نے یو بی ایل کے ذریعے نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی۔ PCO کے تحت حلف نہ اٹھانے کے باعث عدالت میں جج چونکہ بدل چکے تھے۔ لہٰذا نئے ججوں نے ایک سال کی مزید مہلت دے دی اور نظر ثانی کی اپیل کو بھی برقرار رکھا۔ اس دوران حکومت نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ سے جسٹس محمد تقی عثمانی کو ہٹا کر دو غیر معروف عالم ججوں کو تعینات کیا' جن کو پہلے سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ اپیلیٹ بنچ میں شامل کئے جانے والے دو ججوں مسٹر جسٹس ریاض احمد اور جسٹس منور مرزا کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قادیانی تھے۔ بہر حال ان ججوں نے ایک سال کی مہلت ختم ہونے سے پہلے ہی نظر ثانی کی اپیل سنی اور فیصلہ واپس نظر ثانی کے لئے وفاقی شرعی عدالت کو بھجوا دیا' گویا انسداد سود کی تمام کاوشوں کو صفر کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ بہر حال ہمیں ہمت نہیں ہارنی بلکہ جنہوں نے پہلے اس کیس کی پیروی کی تھی وہ دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں پیروی کریں خواہ فیصلہ حق میں ہو یا خلاف' کیونکہ فیصلہ خلاف ہونے کی صورت میں ہم بھی سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل دائر کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام کو اپنا بھی کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی رقوم ان ریگولر بینکوں سے نکال کر سرمایہ کاری بینکوں میں لے جانی چاہئیں تاکہ حکومت کو ڈر رہے کہ اسلامی بینکنگ شروع نہ کی تو یہ بینک بیٹھ جائیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد:

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مختصر صدارتی خطاب میں کہا کہ جناب جسٹس صاحب کی اس تفصیلی گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ یہ Excercise in futility تھی۔ اسلامی انقلاب کے بغیر اس ملک میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ کیونکہ امریکہ اور یہود نہیں چاہتے کہ یہاں سودی نظام کے خاتمے کے اعلان سے ان کے نظام کو چیلنج کیا جائے۔ لہٰذا ہمیں اب مزید عدالتی جنگوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے انقلاب کی تیاری کرنا ہوگی۔ ان محنتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ وقت ضائع ہوگا جیسے پہلے ہو چکا ہے۔ اب یہ اسلامی انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہوگا کہ باطل نظام کی بیخ کنی کی جا سکے۔ انقلاب کے علاوہ کوئی راستہ کھلا نہیں رہا۔ آخر میں صدر مجلس نے جسٹس وجیہہ الدین' دیگر مقررین اور حاضرین کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

☆☆☆

سیمینار کے دوسرے روزے کے مقررین میں حافظ عاطف وحید' پروفیسر عبید اللہ خان' پروفیسر عبدالودود خان اور انجینئر سلیم اللہ شامل تھے۔ دوسرے دن بھی قرآن آڈیٹوریم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

عاطف وحید:

تلاوت کلام پاک کے بعد حافظ عاطف وحید نے

اسلامی بینکاری کی ممکنہ اساسات یعنی بینکنگ کے لئے جائز متبادل اساسات کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ حقیقی تبدیلی ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ جسٹس وجیہہ الدین صاحب کی کل کی گفتگو اور ہماری 57 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انقلاب کے بغیر حقیقی تبدیلی ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم 1400 سال پرانا زمانہ واپس لانا چاہتے ہیں بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اپنے اسلاف کے اجتہادات کو سامنے رکھتے ہوئے دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ نظام خلافت کو قائم کریں۔ انقلاب کی صورت میں مسلمانوں کو قوت نافذہ حاصل ہو جاتی ہے۔ جب تک قوت نافذہ نہ ہو متبادل اساسات کی کوششیں صرف کتابی اور نظری ہیں عملی نہیں۔ اگر عملی صورت میں اسلامی نظام لوگوں کو دکھا دیا جائے تو پوری دنیا کے سامنے اسلام کی برکات آ جائیں گی۔ تنظیم اسلامی کی پالیسی رہی ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی طرف انقلابی جدوجہد جاری رکھتے ہوئے ایسی صورتیں بھی پیش کی جائیں کہ جب تک انقلاب برپا نہیں ہوتا لوگوں کے لئے صریح نظام باطل میں رہتے ہوئے حرام کاموں سے بچنا ممکن ہو سکے۔ اس سیمینار کا مقصد یہ بھی ہے کہ آج ایسے مسائل کا علمی احاطہ کیا جائے تاکہ جب اسلامی انقلاب برپا ہو تو ہمارے پاس دورِ حاضر میں اسلامی نظام کے لئے علمی و عملی اساسات اور تجاویز موجود ہوں۔ انہوں نے (سود کی متبادل اساسات بیان کرتے ہوئے) کہا کہ بینکنگ کے سودی نظام کا آسان ہونا ہی دراصل اس کے ایک مربوط نظام بننے کا سبب بنا ہے اسلئے اسے ترک کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن ایمان کا تقاضا ہے کہ جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے رک جایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ سودی نظام جو بینکنگ میں رائج ہے اس میں دو کام ہو رہے ہیں ایک مختلف معاشی سرگرمیوں کے لئے قرض کا لین دین اور دوسرے قرض پر سود جو بینک کے لئے کمائی کا ذریعہ ہے۔ احکام قرض کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں قرض کو کسی ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اسے کسی معاشی ایکٹویٹی کی بنیاد نہیں بنایا گیا۔ قرض کا لینا اور دینا ہی اگر بینکنگ ہے تو اسلام میں ایسی بینکنگ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ چیزیں ہیں جو بینک کے لئے غیر سودی متبادلات بن سکتی ہیں۔ یہ تین قسم کی فنانسنگ ہے جس میں بینکنگ کے معاملات کو اسلامی نظام میں رہتے ہوئے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ 1۔ نفع نقصان کی بنیاد پر مشارکت۔ لیکن بینک اس طرف کیوں نہیں آتے؟ اس لئے کہ اس میں نقصان یا رسک میں شراکت کرنا پڑتی ہے۔ اگر سود سے بچنا ہے تو اس اصول کو اختیار کرنا پڑے گا۔ 2۔ اجارہ یعنی کرایہ کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ بینکنگ میں اجارہ اس طرح ممکن ہے کہ بینک کچھ چیزیں خرید لے اور انہیں کرایہ پر دے تو جائز ہے۔ لیکن کرایہ پر دی گئی چیز اور اس سے متعلقہ ملکیتی رسک بینک اور ڈپازٹر کا ہوگا۔ 3۔ اسلام میں بیع مرابحہ جائز ہے یہ نقد کی بیع ہے۔ لیکن اس میں ادھار کی بیع بھی ہو سکتی ہے۔ بینک لازماً ادھار کی بیع کرتا ہے۔ لیکن وہ ٹریڈر کی ذمہ داری اٹھانے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس کے لئے بینک کو ایک ٹریڈنگ کمپنی بننا ہوگا اور وہ ٹریڈر کی تمام معروف ذمہ داریوں کو پورا کرے تو پھر بینک کے ذریعے بیع مرابحہ جائز ہوگی ورنہ مرابحہ کا بینکنگ میں استعمال غلط ہوگا۔

عبیداللہ خان

اس کے بعد پشاور سے آئے ہوئے مقرر پروفیسر عبیداللہ خان نے بینکنگ کے ایک متبادل نظریے Time Multiple Counter (TMCL) Loan جسے ایک معروف سکالر شیخ محمود نے پیش کیا ہے' کی وضاحت کی۔ عبیداللہ خان نے ایم ایس سی شماریات کے علاوہ ایم بی اے کیا ہوا ہے۔ آپ پشاور میں ایک یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ TMCL کا تصور شیخ محمود نے پیش کیا ہے۔ یہ ایک آسان تر نظام ہے جو اسلام اور معاشیات کے تمام ٹیسٹوں اور پڑتالوں سے بڑی کامیابی سے گزر گیا ہے۔ انہوں نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کے ذریعے واضح کیا کہ یہ مفروضہ کہ انٹرسٹ ریٹ گرانے سے سیونگ گرے گی' درست نہیں۔ کیونکہ اگر کسی ملک میں چند بینک ایسا کریں تو تب یہ بات درست ہو سکتی ہے لیکن اگر ملک کے تمام بینکوں میں صفر انٹرسٹ ریٹ ہو جائے تو سیونگ کم نہیں ہوگی کیونکہ چوری ہو جانے کے ڈر سے کوئی بھی اپنے گھر میں پیسہ رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر کچھ لوگ انٹرسٹ صفر ریٹ ہونے کے باعث اپنی رقم سرمایہ کاری میں لگائیں گے تو گھوم پھر کر یہ رقوم بھی بینکوں میں جمع ہو جائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ سود کو سرمائے کی قیمت کہا جاتا ہے جو سرمائے کی قلت کے باعث وصول کی جاتی ہے۔ دراصل شیخ محمود نے یہ دریافت کیا ہے کہ سرمائے کی قلت حقیقی نہیں مصنوعی ہے' نہ صرف یہ تشخیص ان کا اصل کارنامہ ہے بلکہ انہوں نے اس نظام کو ری ڈیزائن کیا۔ شیخ محمود نے بتایا ہے کہ بینکنگ سسٹم ڈیزائن ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ روپے کی کمی پیدا کئے رکھتا ہے۔ اس نظام میں روپے کی سرکولیشن کو بینک ریزرو کے ذریعے بار بار روک دیا جاتا ہے۔ اگر ریزرو کے نظام کو کریڈٹ سرکولیشن سے الگ کر دیا جائے تو پھر روپے کی مصنوعی قلت ختم ہو جائے گی۔ جبکہ سرمائے کی گردش روکنے کے باعث افراط زر پیدا ہوتا ہے' بیروزگاری پیدا ہوتی ہے اور یہ بینک کی کارستانی ہے۔

TMCL کا نظریہ یہ ہے کہ کریڈٹ سسٹم اور بینک ریزرو کو الگ کر دیا جائے۔ جس شخص کو کاروبار' صنعت یا کسی اور مقصد کے لئے قرض درکار ہو وہ بینک سے بغیر سود کے قرض حاصل کر سکے گا۔ البتہ اسے بینک کو ایک کاؤنٹر قرض اس طور سے دینا ہوگا کہ بینک سے لئے دیئے گئے قرض کی رقم اور مدت کا حاصل ضرب برابر ہو۔ یہاں ریزرو کاؤنٹر قرض سے پیدا ہوگا۔ بینک اس ریزرو کے کچھ حصے سے کاروبار کر کے منافع سے اپنے اخراجات پورے کرے گا۔ اس طرح سرمایہ گردش میں رہے گا اور معیشت روز افزوں ترقی کرے گی۔

عبدالودود خان:

اس کے بعد جناب عبدالودود خان نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے TMCL کے تصور میں کوئی شرعی نقص نہیں پایا لیکن اسے متبادل نظام کے طور پر قبول بھی نہیں کیا جو کہ قابل افسوس ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر سودی نظام تبھی آئے گا جب کہ بینکوں کو یک جنبش حکم دے دیا جائے کہ وہ سودی لین دین نہیں کریں گے اور انہیں بتایا جائے کہ وہ اپنی بینکنگ سود کے بغیر بھی TMCL سسٹم کے تحت جاری رکھ سکتے ہیں۔ TMCL کا نظام شریعت سے متصادم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج اگر سود ختم کر دیا جائے تو چیزوں کی قیمتیں 50 فی صد سے زیادہ گر جائیں گی۔ لوگوں کی سیونگ بڑھیں گی اور معیشت ترقی کرے گی۔ سود کو بتدریج ختم کرنے کا نظریہ خلاف اسلام ہے اور بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اللہ کے حکم کو نافذ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ اس وقت امت مسلمہ سود کو جاری رکھنے کے باعث اللہ اور رسول ﷺ سے حالت جنگ میں ہے۔ انہوں نے کہا ایک مغالطہ یہ ہے کہ مضاربہ اور مشارکہ اسلامی فنانسنگ کی صورت ہے۔ دراصل اسلام سے پہلے مشرکین عرب میں مالی لین دین اور کاروبار کی تین قسم کی صورتیں رائج تھیں: 1۔ سودی لین دین 2۔ مضاربہ۔ 3۔ مشارکہ۔ قرآن میں جب سود حرام ہوا تو اسلام نے باقی دو صورتوں کو جاری رکھا۔ دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ قرض اسلام میں پسندیدہ نہیں حالانکہ اسلام نے قرض حسنہ کی ترغیب دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ نے بھی مختلف مواقع پر خود قرض لیا ہے۔ البتہ اسلام قرض لے کر واپس نہ کرنے کو بہت بڑا جرم کہتا ہے' گویا قرض منع نہیں' واپس نہ کرنا جرم ہے۔ ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ قرض پر اٹھارہ گنا اجر ہے جبکہ صدقہ پر دس گنا اجر ہے۔ لہٰذا قرض کو خلاف اسلام قرار دینا درست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انسداد سود کے حوالے سے ہم نے آدھی جنگ لڑی ہے کہ سود حرام ہے لیکن اس کا متبادل نظام نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ سود ختم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے متبادل

قرض کا نظام نہیں دیں گے۔ کیونکہ قرض انسان کی ناگزیر ضرورت ہے۔

انجینئر سلیم اللہ:

انجینئر سلیم اللہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم ایمان یا اسلام کو چھوڑ کر کوئی نظام بنائیں یہ درست نہیں۔ انسان کو تعلیمات الٰہیہ کا پابند کرنے ہی میں خیر ہے۔ ہمیں اسلام کو بالاتر رکھتے ہوئے باطل نظام کو ختم کرنا ہے یہ نہیں کہ باطل نظام کو برقرار رکھتے ہوئے اسلام کو اس کے مطابق بنایا جائے۔ موجودہ صورتِ حال میں سود ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بینک اپنے کھاتے مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر رکھیں اور سرمایہ بھی مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر فراہم کریں۔ چنانچہ فیڈرل شریعت کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے حکومت کو وہ نافذ کر دینا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مشارکہ اور مضاربہ کی بنیاد پر اگر سرمایہ کاری ہو گی تو پیداواری صلاحیت بڑھے گی۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ سودی نظام کے بغیر معیشت بیٹھ جائے گی تاہم اب تک کی جدوجہد کا جو حال ہوا ہے اسکے بعد سود ختم کرنے کا راستہ یہی ہے کہ ہم اس کو ختم کرنے کے لئے بھرپور تحریک چلائیں اور اپنا سب کچھ اس کے لئے لگا دیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد (صدرِ مجلس):

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ ہمارے اوپر وہ عالمی شیطانی نظام مسلط ہے کہ ہم کچھ کر لیں اس نظام کے رکھوالے سود کو کبھی ختم نہیں ہونے دیں گے۔ یعنی شیطانی نظام کے امام امریکہ اور امریکہ کے پٹھو حکمرانوں کے ہوتے ہوئے ہم اس چنگل سے نہیں نکل سکتے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ایسی تحریک نہ چلے کہ لوگ اس کام کے لئے سر سے کفن باندھ لیں سود ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم پہلے توبہ کریں اور حرام سے اجتناب کا فیصلہ کریں' خواہ کتنی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔ ایسے لوگ لاکھوں کی تعداد میں جانیں دے تو انقلاب آ سکتا ہے۔ اس تحریک کے لئے دوسرا قدم یہ ہے کہ پاکستان کے دستور میں اسلامی نظام کے نفاذ میں حائل تمام چور دروازے بند کرنے کے لئے بھرپور تحریک چلائیں۔ اس کے لئے ہم نے دستور میں مندرجہ ذیل ترامیم تجویز کی ہیں۔

1) قرارداد مقاصد (دفعہ 2۔الف) کو پورے دستور پر حاوی قرار دیا جائے۔

2) دفعہ 227 کو دفعہ 2۔ب کی حیثیت سے قرارداد مقاصد سے ملحق کر دیا جائے۔

3) البتہ فیڈرل شریعت کورٹ کو زیادہ مستحکم کیا جائے' اور اس کے لئے

i) اس کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات کو ختم کر دیا جائے۔

ii) اس کے کئی بنچ تشکیل دیئے جائیں اور اس مقصد کے لئے موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل جید علماء کرام کی خدمات حاصل کی جائیں۔

iii) اس کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور مراعات ہائی کورٹ کے ججوں کے مساوی کی جائیں!

انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال پر عظمت قرآن اور سود کی شناعت کا انکشاف جس درجے ہوا ان کے ہم عصروں یا بعد میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اقبال نے سود کے مقابلے میں قرض حسنہ کا ذکر کیا ہے اور مزارعت کو زمین کا سود قرار دیا ہے۔ مزارعت اور مرابحہ فنانسنگ جو دور ملوکیت کی وجہ سے ہماری فقہ میں آئی ہیں' دراصل سود ہے۔ انہوں نے کہا کہ سود شیطانی نظام کا سب سے بڑا ہتھکنڈا ہے۔ اگر ہم نے دستور سے چور دروازے بند کر دیئے تو پُر امن اسلامی انقلاب کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمیں اس باطل نظام کو ختم کرنے کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر بینکنگ نظام کو جاری رکھتے ہوئے سودی نظام کو ختم کرنا ہے تو اس کا واحد متبادل TMCL کا سسٹم ہے۔

آخر میں سیمینار کے شرکاء نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس میں سودی نظام کی تباہ کاریوں پر گہری تشویش اور اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سودی نظام کو ختم کر کے اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کو نافذ کرے۔

خطابات خلافت

محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
(بانی تنظیم اسلامی)

بمقام: الحمراء ہال 1 تاریخ: ۱۰' ۱۱ اور ۱۲ فروری ۲۰۰۵

خلافت کی حقیقت اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام

موضوعات

☆ اسلام کا سیاسی نظام ☆ اسلام کا معاشی اور معاشرتی نظام

☆ کیا پاکستان میں خلافت کا قیام ممکن ہے؟

تعداد VCDs = ۸ عدد تعداد DVDs = ۳ عدد

ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**

36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 5869501-03

www.tanzeem.org e-mail: info@tanzeem.org

ضرورت الیکٹریشن

الیکٹریشن (عمر 20 تا 32 سال) کی جو کہ سنگل فیز وائرنگ کا کام جانتا ہو۔ تنخواہ معقول اور بیرون لاہور سے تعلق رکھنے والے کے لئے سنگل رہائش کی فری سہولت۔

رابطہ: 0333-4287788 042-5869778

خبرِ تعزیت

شیخوپورہ سے ملتزم رفیق' حماد خالد فیاض صاحب کا نومولود بیٹا وفات پا گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کو یہ صدمہ صبر و ہمت کے ساتھ جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے' اُسے والدین کے لئے توشۂ آخرت بنائے اور والدین کو بہتر بدل عطا کرے۔ (مدیر)

تحریک خلافت کی ناکامی

سید قاسم محمود

4 فروری 1922ء کو موضع ''چورا چوری'' (ضلع گورکھ پور) میں ایک مشتعل ہجوم نے ایک تھانے کو آگ لگا دی' جس میں پانچ چھ سپاہی جل کر راکھ ہوگئے اس واقع کو آڑ بنا کر گاندھی نے سول نافرمانی اور عدم تعاون کی تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ چونکہ تحریکِ عدم تعاون اور تحریک خلافت ایک ہی تحریک کے دو رخ تھے' اس لئے تحریک عدم تعاون کے خاتمے سے تحریک خلافت بھی بہت متاثر ہوئی۔ برٹش حکومت مسلمانوں کی تحریک خلافت کے آگے جھکنے ہی والی تھی کہ گاندھی جی نے ہندوؤں کی تحریک عدم تعاون اچانک بند کرکے گویا تحریک خلافت کو بغلی گھونسا مارا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا' کس لئے کیا' اس کی تفصیل گاندھی جی کے دست راست پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی ''خودنوشت'' میں یوں بیان کی ہے:

پنڈت نہرو کا بیان:

''گاندھی جی نے عدم تعاون کی تحریک اچانک ختم کر دی۔ سب حیران رہ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ چورا چوری گاؤں کے قریب کچھ لوگوں نے ایک پولیس چوکی کو آگ لگا دی تھی اور اس میں پانچ چھ پولیس والے جل گئے تھے' حالانکہ جب پورے ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک اپنے شباب پر تھی' حکومت بھی گھٹنے ٹیکنے ہی والی تھی کہ گاندھی جی نے ساری امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ہم جیل میں سخت رنجیدہ ہوئے۔ ہمیں بہت غصہ آیا' لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ ایک معمولی واقعے کی آڑ لے کر گاندھی جی لاکھوں آدمیوں کی زندگی سے کھیل گئے۔ ہر شخص نے اُن کی اس حرکت کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اگر اُن کے نزدیک اہنسا کا یہی مطلب ہے تو پہلے انہیں ہندوستان کے تیس کروڑ انسانوں کو تربیت دینا چاہئے تھی' تاکہ ایک آدمی بھی تشدد پر مائل نہ ہو' پھر ایسے خفیہ پولیس والوں سے باز پرس کا انتظام بھی ہونا چاہئے تھا' جو لوگوں کو تشدد کی ترغیب دیتے ہیں یا اُن میں شامل ہو کر خود ہی ایسے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ اگر اہنسا (عدم تشدد) سے یہی مراد ہے تو ایک دن بھی یہ تحریک نہیں چل سکتی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ فروری 1922ء میں گاندھی جی نے محض چورا چوری گاؤں کے واقعے کی وجہ سے عدم تعاون کی تحریک بند نہیں کی یہ تو ایک بہانہ تھا۔ گاندھی جی لوگوں کے احساسات سے کھیلتے ہیں اور اپنے عمل سے مخالفین اور ششدر رہ جانے والے ساتھیوں کو دلائل کا سہارا لے کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کی یہ پردہ پوشی اکثر بڑی بھدی ہوتی ہے' جیسا کہ چورا چوری گاؤں کے واقعے کے بعد ہوا۔ اس تحریک کو یوں ایک دم ختم کر دینے اور میدان سے ہٹ جانے کا نتیجہ آگے چل کر فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں نکلا...... (مسلمان) موپلوں کو غیر معمولی طریقے سے کچلا گیا۔ اُن کا قتل عام کیا گیا' یہاں تک کہ ریل کے بند ڈبوں میں موپلے قیدی مار ڈالے گئے اور پھر اُسے غلط رنگ دے کر ان واقعات سے فرقہ وارانہ فسادات کی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام لیا گیا۔ ظاہر ہے' اگر سول نافرمانی کی تحریک ختم نہ کی جاتی تو فرقہ وارانہ تلخی پیدا ہوتی نہ فرقہ وارانہ فسادات کی راہ ہموار ہوتی جس نے آگے چل کر مستقل صورت اختیار کر لی''۔

پنڈت نہرو کو گاندھی جی کے ساتھ رہنے اور کانگریس کی اندرونی سیاست کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بوڑھا جو کچھ کہتا ہے' مصلحت آمیزی سے کہتا ہے اور دانستہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور زبان پر کچھ اور' لیکن خود پنڈت نہرو بھی اپنے تبصروں اور اعلانات میں ''مصلحت'' ہی کی وجہ سے برملا یہ نہیں کہہ سکے کہ یہ تحریک عدم تعاون کو اچانک ختم کرنے کا فیصلہ دراصل کامیاب ہوتی ہوئی تحریک خلافت کو اوندھے منہ گرانا تھا۔ یہ تمام عیاری اور ڈپلومیسی ہندو مذہب کو غالب کرنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے تھی۔

خلافت کا خاتمہ:

3 مارچ 1921ء کو مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ خلافت اسلامیہ کے خاتمے کے ساتھ ہی ہندوستان میں تحریک خلافت نے خود بخود دم توڑ دیا۔ جب مختلف جیلوں سے مسلمان قید بامشقت کاٹ کر رہا ہوئے تو پورے ہندی مسلمانوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں پر انتہائی پژمردگی اور پریشانی کا عالم طاری تھا۔ جن لوگوں نے اپنے کاروبار اور اپنی سرکاری ملازمتیں چھوڑی تھیں' اپنا سب کچھ خلافت کی بقا کے لئے لٹا دیا' وہ اب بے نیل و مرام لوٹ رہے تھے اور مجبوری کے سبب خلافت فنڈ سے امداد کے خواہاں تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اچھے اور سرگرم کارکن تہی دست ہونے کے بعد آہستہ آہستہ تحریک کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ مولانا شوکت علی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:

''جب کوئی بڑی تحریک شروع ہوتی ہے تو اس میں کچھ خراب لوگ بھی گھس آتے ہیں اور پیسے میں بھی خرد برد ہوتی ہے۔ میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب سے یہ تحریک شروع ہوئی' اس وقت سے جیل جانے کے دن تک میں نے صرف دو ہزار پانچ سو روپے خرچ کئے ہیں اور آپ جانتے ہیں اتنا چندہ تو بمبئی سے چند منٹ میں وصول کر سکتا تھا اور کر لیتا تھا۔ مجھے اُمید ہے کہ کانفرنس اس سلسلے میں تحقیق کرے گی اور پریشان حال مسلمانوں کی کچھ مدد کرے گی''۔

مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر اور خزانچی سیٹھ محمد احمد چھوٹانی' وہ کروڑ پتی جس نے ہمیشہ تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور علی برادران کے ساتھ مل کر کام کیا تھا' وہ ایک ایک کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ آخری عمر میں وہ حج کرنے گئے۔ وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ وہ جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ دوسرے قائد مولانا محمد علی جوہر قبلۂ اوّل بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

تحریک خلافت کے ایک اور رہنما مولانا ظفر علی خان نے تحریک کو پنجاب میں مقبول بنانے میں بڑا کام کیا تھا۔ اُن کا اخبار ''زمیندار'' ولولہ انگیز تحریروں اور سچے جذبات سے معمور نظمیں مسلمانوں میں انقلابی جذبہ پیدا کرتی تھیں۔ وہ ستمبر 1920ء میں کانگریس کے اجلاس کلکتہ میں شمولیت کے بعد واپس آ رہے تھے تو انہیں لاہور میں گرفتار کر لیا گیا اور ایک باغیانہ تقریر کے الزام میں مقدمہ چلا کر پانچ سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپے جرمانے کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ مولانا صاحب نے قید بامشقت کا زمانہ منٹگمری (ساہیوال) جیل میں گزارا۔ وہ جب جیل سے رہا ہو کر آئے تو ملک کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ شدھی اور سنگھٹن جیسی دل آزار تحریکیں شروع ہو چکی تھیں۔ کئی شہروں میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ آریہ سماجیوں نے لوگوں کے جذبات مشتعل کر دیئے تھے۔ دوسری طرف خلافت کی قبا چاک ہو چکی تھی۔ پنجاب کی خلافت کمیٹی آگے چل کر ''مجلس احرار'' بن گئی۔

خلافت اسلامیہ کے مفکر اعظم اور شاعر مشرق علامہ اقبال انگریزوں کی مکار و عیار سیاست اور ترکی کے نامساعد حالات سے ایک حد تک باخبر تھے' اس لئے انہوں نے جذبات کی آندھی سے خود کو بچائے رکھا۔ اُن کا ذہن گہرائی میں سوچنے کا عادی تھا۔ اُن کی نظر میں ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سیاست پر بھی تھی۔ وہ خوب جانتے

تھے کہ مسلمانانِ ہند کس قدر کمزور ہیں اور کس طرح انگریز اور ہندو کی چکی کے دو پاٹوں کے بیچ پس رہے ہیں' لہٰذا وہ خلافت اسلامیہ کے حامی ہونے کے باوجود گاندھی اور مولانا محمد علی کی ہندوستانی تحریک خلافت کے ہم نوا نہ تھے۔ بلکہ مسلمان رہنما جب ایک وفد لے کر یورپ گئے اور انگریزوں سے خلافت قائم رکھنے کے لئے اصرار کیا تو علامہ اقبال نے ایک قطعہ کہا جس کا عنوان ''دریوزۂ خلافت'' تھا۔ ملاحظہ کیجئے:

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ ہم' جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ' وہ بادشاہی
''مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی''

(اس نظم کی تشریح ''ندائے خلافت'' کے اسی شمارے میں ''گوشہ اقبال'' کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

تحریک کی ناکامی کے اثرات

تحریک خلافت پر بے شمار اعتراضات کئے گئے۔

ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں نے ایک غیر ملکی (بلکہ بیرونی) مسئلے میں دلچسپی لے کر مسلمانوں کی قوت اور وسائل ضائع کئے' لیکن یہ ایک بالکل لغو اور بے ہودہ اعتراض ہے' کیونکہ خلافت کوئی غیر ملکی اور بیرونی مسئلہ نہیں تھا۔ اسلام کا واضح اعلان ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف پہنچے تو دوسرے بھائی کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اس کی مدد کرے۔ اسلام میں ''اُمّہ'' کا تصور اقوام' ممالک اور اوطان سے ماوراء ہے' خود ترکوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تحریروں اور تقریروں نے ہمیں غیرت دلائی کہ ہم اپنے وطن کی آزادی کی قدر کریں۔

تحریک خلافت نے مسلمانوں میں زبردست سیاسی شعور پیدا کیا۔ ہندوستانی مسلمان' جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد' اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ''حکومت سے وفاداری'' سے کیا تھا' اس تحریک کی بدولت اس قابل ہوئے کہ انگریزوں کی وفاداری کا طوق اپنی گردن سے اتار سکیں۔ تحریک خلافت نے مسلم ''وفاداری'' کے مفروضے کو ختم کر دیا اور برطانوی حکومت کا رعب دلوں سے محو کر دیا۔ حکومت سے عدم تعاون کر کے جیل جانا ایک قومی اعزاز قرار پایا۔

تحریک خلافت نے مسلمانوں کو سیاسی حکمت اور احتجاج کی تربیت دی۔ تحریک کے سبب پرانی ڈرائنگ روم سیاست اور انگریز حکومت کے حضور عرض داشتیں' میمورنڈم اور رزولیوشن پیش کرنے کی روایت ختم ہو گئی۔ اب درخواستوں کی جگہ ہڑتالوں' جلسوں اور جلوسوں نے لے لی' اور تحریک نے مسلمانوں کے ''انتہا پسند'' اور ''وفادار طبقے'' کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔ بظاہر مولانا محمد علی اور سر آغا خان یا سید امیر علی اور ڈاکٹر انصاری میں کوئی قدر مشترک نہیں تھی' لیکن اگر وفادار طبقہ لندن کے اخباروں میں خلافت کے حق میں مضامین تحریر کرتا تھا تو انتہا پسند طبقہ سیاسی احتجاجی مظاہرے کر رہا تھا' کیونکہ دونوں کے مقاصد یکساں اور مشترک تھے۔

تحریک خلافت نے مسلمانوں کو تحریک پاکستان کے لئے تیار کیا تھا۔ قائداعظم کی آواز پر پوری مسلم قوم' جس عظیم معرکے کے لئے تیار ہوئی' وہ تحریک خلافت ہی کا نتیجہ تھا۔ تحریکِ پاکستان کے صف اوّل اور صف دوم کے تمام لیڈر تحریک خلافت کے لیڈر اور کارکن رہ چکے تھے۔ ان میں مولانا شوکت علی' نواب اسماعیل خان' مولانا حسرت موہانی' چودھری خلیق الزمان' عبدالرحمٰن صدیقی' مولانا اکرم خان' سردار عبدالرب نشتر' سر عبداللہ ہارون' سید رؤف شاہ' مولوی اے کے فضل الحق' اور مولانا شبیر احمد عثمانی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

تحریک خلافت کی بدولت طلباء اور علماء نے سیاست میں حصہ لینے کی روایت قائم کی۔ علماء اپنے مدارس اور حجروں سے نکل کر میدانِ سیاست میں وارد ہوئے' اور آج تک سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ طلباء و علماء کے سیاست میں حصہ لینے کی جو روایت خلافت کمیٹی سے قائم ہوئی' وہ بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ابھی تک جاری ہے اور تمام برعظیم پاک و ہند کے تعلیمی نظام اور ہر طالب علم کی تعلیمی زندگی پر اپنا منحوس ڈالے ہوئے ہیں''۔

تحریک خلافت نے مسلمانوں میں حکومت سے آزاد قومی تعلیم کا شعور پیدا کیا۔ مسلمانوں کی تعلیمی درس گاہ ''جامعہ ملیہ'' تحریک خلافت ہی کی یادگار ہے۔ جامعہ ملیہ کے علاوہ برعظیم میں جو سینکڑوں دیگر مدارس قائم ہوئے' اُن میں مدرسہ اسلامیہ کلکتہ' نیشنل کالج پٹنہ اور قومی سکول دہلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تحریک عدم تعاون اور ترکِ موالات کے زمانے میں ابتدائی مدارس کی سطح سے جامعہ ملیہ تک 1922ء میں 1340 قومی سکول اور کالج قائم کئے گئے' جن میں اٹھانوے ہزار 182 طلبہ زیر تعلیم تھے۔ ان آزاد تعلیمی اداروں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ نے نہایت معمولی مشاہروں پر کام کر کے ایثار و قربانی کے چراغ روشن کئے۔

تحریک خلافت نے سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں کو ایک رشتے میں منسلک کر کے انہیں مربوط و منظم کیا۔ بمبئی کے ''خلافت ہاؤس'' سے جو آواز بلند ہوتی' اُس کی بازگشت پشاور' کلکتہ' مدراس' رنگون اور دہلی میں سنی جاتی تھی۔

''تحریک خلافت'' کی بدولت ہندوستانی مسلمانوں کو ''مغرب زدگی'' سے نجات ملی۔ وہ لوگ جو لندن اور پیرس کے سلے ہوئے سوٹ پہننے پر فخر کرتے تھے' انہوں نے وہ سوٹ نذر آتش کر کے کھدر کے کپڑے پہن لئے۔ بڑے بڑے متمول لوگوں نے رئیسانہ ٹھاٹ باٹ کو خیر باد کہہ کر اپنی مرضی سے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ مولوی مظہر الحق جن کا مکان شاہی محل سے کم نہ تھا' انہوں نے ''صداقت آشرم'' کی کٹیا میں رہنا پسند کیا۔

سیاسی شعور ہی نہیں' بلکہ سیاسی جوش و خروش بھی مسلمانوں میں پیدا ہوا' جس نے ہندوستان کی سیاسی سرگرمیوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مسلمان اب تک کانگریس سے الگ تھے' لیکن تحریک خلافت کے دوران انہوں نے کانگریس میں شمولیت اختیار کر کے اسے ایک عوامی جماعت بنا دیا۔ بقول ڈاکٹر امبید کر ''کانگریس کو فی الحقیقت عظیم اور طاقت ور جماعت بنانے والے ہندو نہیں' بلکہ مسلمان تھے''۔

تحریک خلافت کا ایک نتیجہ بقول نواب احمد سعید چھتاری یہ نکلا کہ انگریزوں کے دماغ سے دعویٰ خدائی بہت حد تک دور ہو گیا اور اُن کے مزاج میں اعتدال پیدا ہوا۔

موجودہ قسط کے خاتمے کے ساتھ ہی ''تحریک خلافت'' کا باب بھی بند ہوا۔ آئندہ قسط میں مسلمانانِ ہند کی کس تحریک کا ذکر ہو گا' جس کا تعلق تجدید و احیائے اسلام سے بھی ہو' یہ ابھی راقم السطور کو بھی معلوم نہیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی تحریکیں سر اُبھار رہی ہیں۔ قلم جدھر لے جائے گا' قلم کار اُدھر نکل جائے گا۔

تحریک خلافت کا باب مکمل کرنے میں جن کتب سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے' اُن کے نام یہ ہیں:

(1) پاکستان ناگزیر تھا.................. سید حسن ریاض
(2) برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ..................
.... ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی
(3) تحریک پاکستان.................. پروفیسر احمد سعید
(4) تحریک پاکستان.................. پروفیسر محمد جہانگیر عالم
(5) تحریکات ملی.................. ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری
(6) آزادی کی تحریکیں.................. عبید اللہ قدسی
(7) مقالات محمد علی.................. رئیس احمد جعفری
(8) خلافت اور ہندوستان.................. مولانا سید سلیمان ندوی
(9) تحریک قیام پاکستان.................. پروفیسر محمد رفیع انور
.... پروفیسر حسن عسکری رضوی

عالم اسلام کی خبریں

کیا بھارت اپنی جنگی طاقت سے مطمئن نہیں؟

اخباری اطلاعات کے مطابق امریکا نے بھارت کو پیٹریاٹ میزائل شکن نظام فروخت کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس پر پاکستان اور چین نے بڑی تشویش کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس فیصلے سے خطے میں اسلحہ حاصل کرنے کی دوڑ پھر شروع ہوسکتی ہے۔ نیز جاری امن کے عمل کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حقیقت میں بھارت پاکستان سے کہیں بڑی جنگی قوت ہے' اگر وہ میزائل شکن نظام نہ خریدے' تب بھی اُسے پاکستان سے بھی کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن یہ نظام بھارت نے خریدا تو پاکستان بھی جواباً ایسا ہی نظام خریدنے پر مجبور ہو جائے گا اور تعلقات پھر کشیدہ ہوجائیں گے۔

بھارتی اور پاکستانی حکومتوں کو سمجھنا چاہئے کہ نت نیا اسلحہ خریدنے کا کوئی فائدہ نہیں' اس سے صرف ترقی یافتہ ممالک ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ غربت' جہالت اور صحت کی سہولتوں کی کمی جیسے مسائل سے نبرد آزما ہوں جنھوں نے برصغیر پاک وہند کے کروڑوں افراد کو آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔

خاص طور پر بھارت سب سے زیادہ اسلحہ خریدنے والے ممالک میں سے ایک ہے۔ اندازہ لگایئے کہ اس سال بھارتی 770 ارب روپے کا اسلحہ خریدیں گے۔ اگر یہی رقم کروڑوں غریب بھارتیوں کی حالت بہتر بنانے پر خرچ کی جائے' تو کیا یہ درست بات نہیں ہوگی؟ کہیں بھارت اپنے ہی جمع کردہ لاکھوں ٹن وزنی اسلحے میں جل کر خاکستر نہ ہوجائے۔

نسلی دیوار کی تعمیر پھر شروع

اسرائیلی حکومت نے بیت المقدس کے گردونواح میں "نسلی دیوار" کی تعمیر پھر شروع کروادی ہے اور اس ضمن میں بین الاقوامی احتجاج پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ دیوار کی تعمیر کے دوران متعدد دیہات میں مقیم ستر ہزار فلسطینیوں کی نقل وحرکت پر پابندی لگادی گئی ہے تاکہ کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یقین ہے کہ اسرائیل کی یہ ہٹ دھرمی عالمی ذرائع ابلاغ کی بہت کم توجہ حاصل کرے گی کیونکہ ان پر یہودیوں کا قبضہ جو ہے۔

سکارف پہننے والی طالبات کو معافی

پچھلی ترک حکومت میں ترکی کی کئی یونیورسٹیوں نے ان طالبات کو نکال دیا تھا جو سکارف پہن کر یونیورسٹی آنے پر مُصر تھیں۔ موجودہ ترک پارلیمنٹ نے ایک قانون کے ذریعے یونیورسٹیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسی طالبات کو دوبارہ داخل کرلیں۔ اس اعلان پر ترکی کے اسلامی حلقوں نے مسرت کا اظہار کیا ہے تاہم لادینی حلقے خوش نہیں۔ اگرچہ طالبات تعلیم حاصل کرتے ہوئے سکارف نہیں پہن سکیں گی۔ امید ہے ترکی میں جوں جوں حقیقی اسلامی روح جنم لے گی تقدس اور حیا کا مفہوم ترک دوبارہ سمجھ جائیں گے۔

افغانستان میں امن ـــ ایک خواب

افغانی صدر حامد کرزئی کو اقتدار سنبھالے عرصہ گزر چکا مگر افغانستان اب بھی انتشار کی حالت میں ہے۔ امریکی اور عالمی امداد بھی اس کی بگڑی حالت سنوار نہیں سکی۔ سونے پر سہاگہ وہاں افیون کی کاشت زور وشور سے پھر شروع ہوگئی ہے جو طالبان نے ختم کروادی تھی۔ اطلاعات کے مطابق دنیا میں 87 فیصد افیون افغانستان میں پیدا ہورہی ہے۔ جس سے بعد میں ہیروئن جیسا نشہ وجود میں آتا ہے۔ حیرت ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جنگی قوت' امریکا کی موجودگی بھی پوست کے عفریت پر قابو نہیں پاسکی۔

پھر سوال یہ بھی ہے کہ پچھلے دو تین برس سے امریکا سمیت دنیا کے امیر ترین ممالک نے افغانستان کا نظام سنبھالا ہوا ہے لیکن کیا وہاں عوام الناس کی حالت میں کوئی بنیادی تبدیلی آئی ہے؟ جی نہیں! افغانستان اب بھی دنیا کے غریب ترین ملکوں میں سے ایک ہے۔ وہاں فی کس سالانہ آمدنی صرف 190 ڈالر اور اوسط عمر صرف 44.5 برس ہے۔ اگر افغانیوں کو غریب اور لاچار ہی رہنا تھا تو پھر امریکا نے افغانستان کو خاک وخون میں کیوں نہلا دیا؟ وقت کے ساتھ ساتھ یہ سوال یقیناً لاکھوں افغانیوں کے لبوں تک پہنچ جائے گا۔

ایران کی کامیابی' امریکا کی ناکامی

آخرکار امریکی امیدیں خاک میں مل گئیں اور روس وایران نے ایٹمی ایندھن کی فراہمی کے سلسلے میں معاہدہ کرلیا۔ اس طرح ایرانی اگلے برس اپنا پہلا ایٹمی ریکٹر چالو کرسکیں گے جو جنوبی ایران میں بوشہر کے علاقے میں واقع ہے۔ امریکا کا دعویٰ ہے کہ ایران اس ایٹمی ریکٹر کے ایندھن سے ایٹم بم بناسکتا ہے۔ مگر ایرانی اس بات سے انکاری ہیں۔

ایک بار چالو ہونے کے بعد بشہیر ایٹمی ریکٹر میں ایک ہزار میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی۔ ایران اس قسم کے مزید ریکٹر روس کے تعاون سے بنانا چاہتا ہے تاکہ 2021ء تک ان کے ذریعے سات ہزار میگاواٹ بجلی بنا سکے۔ یاد رہے کہ ایران اوپیک میں تیل برآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے اور اس کے پاس رقم کی کمی نہیں۔

یورپ والوں نے بشہیر ایٹمی ریکٹر کی طرف تو زیادہ دھیان نہیں دیا لیکن انہیں اس ایرانی اعلان پر تشویش ہے کہ حکومت مستقبل میں ملک کے اندر یورینیم کو کانوں سے نکال کر اسے کیمیائی طریقے سے بنانا سنوارنا چاہتی ہے تاکہ ایٹمی ریکٹروں کے لئے ایندھن تیار کیا جاسکے۔ امریکا اور یورپ چاہتا ہے کہ ایرانی یورینیم کی یہی افزودگی کا کام روک دیں کیونکہ اسی طریقے سے ایٹم بم بھی بن سکتا ہے۔

عراق سے انخلا' وقت کی ضرورت

عراق میں آیت اللہ سیستانی کے اتحاد نے عام انتخابات میں برتری حاصل کرلی ہے۔ اگرچہ یہ انتخابات ایسے وقت ہوئے کہ امریکا اور برطانیہ نے عراق پر غیر قانونی قبضہ کر رکھا ہے اور ان میں سنی آبادی نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیا۔ تاہم یہی وقت ہے کہ قابض قوتیں عراق کو خیر باد کہہ دیں۔

اب تک ہزاروں انسان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور عراقیوں کا وسیع پیمانے پر مالی نقصان بھی ہوا لیکن حملہ آوروں نے حملے کے وقت جو مقاصد بتائے تھے' وہ انہیں حاصل نہیں کرسکے۔ بس انہیں نفسیاتی طور پر یہی اطمینان ہے کہ انہوں نے صدام حسین کو نکال باہر کیا ہے۔

امریکا و برطانیہ کے انخلا سے گو عراق میں امن ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی اور خانہ جنگی ہونے کا امکان باقی رہے گا مگر کیا یہ عراقیوں کا حق نہیں کہ وہ بیرونی احکامات اور مداخلت کے بغیر اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کریں؟ مزید برآں بیرونی طاقتوں کی عراق میں مسلسل موجودگی سے اس نظریے کو تقویت ملے گی کہ حملہ آور عراق کو بحیثیت اسپرنگ بورڈ استعمال کرکے ایران' شام' سعودی عرب اور دوسرے اسلامی ممالک کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس موقع پر عراق سے ان کا انخلاء نہ صرف ہزاروں قیمتی جانیں بچانے کا سبب بنے گا بلکہ نو منتخب حکومت کو بھی کسی حد تک کام کرنے کا قانونی حق مل جائے گا۔

پاکستان

چار جماعتی بلوچ اتحاد کے ہمایوں مری اور کچکول علی ایڈوکیٹ نے کہا ہے کہ حکمرانوں نے اعلان جنگ کردیا' عوام دفاع کے لئے تیار رہیں مریوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کرنے کے لئے آپریشن کیا گیا مری کوئی کیمپ نہیں بلکہ وہاں افغانستان سے آئے ہوئے مری مہاجر آباد ہیں۔ مریوں پر پچھلے کئی دنوں سے انتظامیہ کی یلغاری جاری ہے ان کے گھروں کے دروازے توڑ دیئے گئے ہیں اور کئی گھر مسمار کئے گئے ہیں بوڑھوں کو گرفتار اور عورتوں کو زدوکوب کیا گیا۔ انتظامیہ نے مری کیمپ سے اسلحہ برآمد کرنے کا جو دعویٰ کیا ہے یہ صرف ڈرامہ ہے اور مری قبیلے اور پوری بلوچ قوم کے خلاف ایک پروپیگنڈہ ہے انہوں نے کہا کہ ڈیرہ بگٹی' گوادر پورٹ اور سوئی کے حوالے سے ہمارا موقف بدلا ہے' نہ بدلے گا۔ ہمارے 40 افراد کو نامعلوم مقام پر رکھا گیا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی [illegible] وزیر آباد [illegible] خطاب

15 فروری بوقت دس بجے صبح پروگرام کے مطابق امیر محترم حافظ عاکف سعید اور ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی وزیر آباد پہنچ گئے۔ چائے سے فارغ ہو کر بار ہال میں گئے۔ گیارہ بج کر دس منٹ پر قاری تنویر حسین صاحب نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ تقریب کی صدارت چودھری مستنصر حسین گوندل نے کی جو بار کے صدر ہیں۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری چودھری عبدالمجید چن (ایڈوکیٹ) صاحب نے ادا کی۔ تنظیم کا تعارف جناب شاہد رضا (ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن) نے کرایا۔ اس کے بعد امیر محترم کا خطاب ہوا جو ایک گھنٹہ پر محیط تھا۔ آپ نے "قرآن وسنت کی روشنی میں حالات حاضرہ کا تجزیہ اور اس کا حل" کے موضوع پر گفتگو کی۔ اور تفصیل سے موجودہ امت مسلمہ کی حالت زار کا بتدریج تجزیہ فرمایا اور پھر اس کا علاج تجویز کیا' انہوں نے کہا کہ جب تک ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ نہیں کرتے اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ٹھہر سکتے۔ لہٰذا ہم اپنے انفرادی معاملات کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا پابند بنائیں اور اجتماعی سطح پر اسلام کے قوانین کو نافذ کریں تو انشاء اللہ دنیا میں بھی اکرام ہوگا اور آخرت تو ہے ہی اللہ کے ایسے بندوں کے لئے جو اس دنیا میں اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار رہے ہوں۔

خطاب کے اختتام پر چائے کے دوران امیر محترم سے سوال و جواب بھی ہوتے رہے۔ سول کورٹ کے قریب "فیصل ہوٹل" میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر جناب پروفیسر حافظ منیر احمد صاحب کے دولت کدہ پر گئے۔ نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ بعد ازاں حالات حاضرہ خصوصاً پاکستان اور ایران کے حالات پر گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد امیر محترم اور ناظم اعلیٰ لاہور کو روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: خادم حسین)

حلقہ سرحد شمالی کی ماہانہ شب بسری

حلقہ سرحد شمالی پورے مالاکنڈ ڈویژن پر مشتمل ہے۔ حلقے کا دفتر اس کے مرکز تیمر گرہ ہی میں واقع ہے۔ جہاں ہر مہینے کے پہلے ہفتہ رفقاء شب بسری پروگرام کے لئے دور دراز سے آتے ہیں۔ جو اتوار کی صبح اشراق تک جاری رہتا ہے۔ اس دفعہ 5 فروری 2005ء کے پروگرام کے لئے بارش کے باوجود کافی رفقاء آئے تھے۔

یہ شب بسری نماز عصر سے شروع ہوتی ہے' نماز عصر کے بعد جناب فیض الرحمٰن صاحب نے "اقامت دین کی فرضیت" کے موضوع پر بات کی۔ آپ نے کہا جس طرح نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے تو نماز ادا نہیں ہوتی' اس طرح بندگی تب کامل ہوتی ہے جب دین قائم ہو' اگر دین قائم نہ ہو تو اقامت دین کی جدوجہد فرض ہے۔ تقریر کے بعد نماز مغرب تک رفقاء و احباب کا تعارف ہوا۔

نماز مغرب کے بعد جناب ممتاز بخت صاحب نے "حب رسول اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر تقریر کی۔ نماز عشاء سے پہلے کھانا کھلایا گیا' اور بعد نماز عشاء جناب شوکت اللہ شاکر صاحب نے درس حدیث دیا۔ درس حدیث کے بعد امیر حلقہ محمد فہیم خان صاحب نے ان رفقاء کو ترغیب و تشویق دی' جنہوں نے ملتزم و مبتدی تربیت گاہ نہیں کی ہے۔

امیر حلقہ کے مختصر خطاب کے بعد جناب احتشام الحق نے رفقاء کے اوصاف پر مؤثر گفتگو کی۔ بعد ازاں رفقاء گروپس میں تقسیم ہوئے اور مطالعہ لٹریچر میں "تنظیم اسلامی کا تعارف" نامی کتابچے سے مطالعہ کیا گیا۔ مطالعہ لٹریچر کے بعد رفقاء کے مفصل تعارف کے سلسلے میں پانچ رفقاء نے مفصل تعارف کرایا۔ جو رفقاء کے لئے دلچسپی کا سبب بنا۔

اس دن کے پروگرام کا آخری حصہ ویڈیو کیسٹ "رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب" (خطاب بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد) کا تھا۔ دو بجے کیسٹ ختم ہوا۔ صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن جناب فیض الرحمٰن صاحب نے دیا۔ جس میں توحید باری تعالیٰ کو دلچسپ اور مؤثر انداز میں بیان کیا گیا۔ درس قرآن کے بعد تجوید و حفظ کے حوالے سے آخری پارے کی آخری بیس سورتیں ٹولیوں کی شکل میں ایک دوسرے کو سنائی گئیں۔ ناشتے اور افہام و تفہیم کے بعد نو بجے رفقاء رخصت ہوئے۔

(مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی ٹوبہ کا ایک روزہ تبلیغی و دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی ٹوبہ کے زیر اہتمام ماہانہ پروگرام کے لئے امیر حلقہ پنجاب وسطی محترم مختار حسین فاروقی صاحب کو بحیثیت مدرس و مقرر دعوت دی جاتی ہے۔ ماہ فروری میں 18 تاریخ کو پروگرام کے آغاز میں شہر کی ایک معروف مسجد متصل ضلع کچہری یعنی قاسمیہ مسجد فیض کالونی میں مختار فاروقی صاحب نے نماز جمعہ سے قبل "قرآن حکیم کے فلسفۂ شہادت" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے عوام الناس کے محدود تصور شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ شہادت کے اصل معنی گواہی کے ہیں۔ قرآن حکیم میں لفظ شہید گواہ اور مددگار کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس دنیا میں شہادت حق نبیوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ قول و عمل سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کی گواہی دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے کاندھوں پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج عبادات یعنی نماز' روزہ کی گواہی دینے والے بہت نظر آئیں گے لیکن کاروبار' شادی بیاہ' اور موت و پیدائش کے معاملات میں یہ گواہی نظر نہیں آتی۔ شہادت علی الناس کی یہ ذمہ داری ہمیں ادا کرنی ہے۔ اس خطاب کو کم و بیش 125 احباب نے سنا اور جن میں ایک کثیر تعداد تعلیم یافتہ گورنمنٹ ملازمین کی تھی۔ نماز مغرب کے بعد الہدیٰ لائبریری میں تقریباً 40 احباب سے امیر حلقہ نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس دعوتی اجتماع میں فاروقی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ شہادت علی الناس کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کسی دینی جماعت میں شرکت لازم ہے۔ آپ نے بتایا کہ بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر قائم ہونے والی ایک جماعت تنظیم اسلامی ہے جس کی دعوت کی بنیاد قرآن ہے۔ آپ نے آخر میں اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ نماز عشاء کے بعد فیروزی مسجد محلہ اسلام میں شہادت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جناب مختار فاروقی صاحب کا اختتامی خطاب 19 فروری بروز ہفتہ جامعہ مسجد عثمانیہ میں نماز فجر کے بعد ہوا۔ آپ نے ایمان کے تقاضے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ بھلائی کے کاموں میں ضرورت مندوں کی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی آخرت سنوارنے کے لئے رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ نظام عدل و قسط کے قیام کی جدوجہد ایک دینی فریضہ ہے۔ ان پروگراموں میں رفقاء و احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

(رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

❁❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁❁

26 سالہ' بی اے پاس' ایک سالہ کورس الہدیٰ انٹرنیشنل سے فارغ التحصیل لڑکی کے لئے پشتو بولنے والے دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ لڑکے کا موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: شمیم اختر فون: 051-4450455

تنظیمی اطلاع

امیر تنظیم اسلامی نے پشاور کی مقامی تنظیم کی امارت کے دو سال مکمل ہونے پر مقامی رفقاء اور ذمہ داران کی سفارش اور مرکزی عاملہ میں مشورہ کے بعد جناب جمشید عبداللہ کی جگہ جناب خورشید انجم کو پشاور کی مقامی تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

دعائے مغفرت

☆ جنرل (ر) محمد حسین انصاری مرحوم کی اہلیہ گزشتہ دنوں راولپنڈی میں انتقال کر گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی لاہور شمالی نمبر 2 کے سینئر رفیق جناب نیر فاروق کی والدہ گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔

☆ رفیق محترم جناب محمد رفیع خان کی ہمشیرہ صاحبہ رحلت فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

reality that the ISI is not a state within a state as the Indian analysts suggest. ISI is subservient to every government in power and has to follow its decisions. It is beyond imagination that Musharraf's client-regime would be following one policy and the ISI another.

Trying to dump everything on the ISI's shoulders without a detailed exposé of the CIA's link with it in all that it has done before and Washington's influence over Islamabad is like trying to bust the Gambino crime family in the US without arresting anyone whose name ends with a vowel — it is simply impossible for the ISI to be on its own.

What else could be clearer in this regard than the fact that in 1990, the CIA began supplying the Mujahideen directly, rather than using Pakistan's ISI intelligence service as a conduit. According to then chief of ISI's Afghanistan branch, Mohammad Youssaf, the CIA's aim was to "play on differences between the various factions and their commanders," in an effort to "curb the power" of the factions and make way for an unknown "Transition Regime."[6]

So, the discussion boils down to the fact that the Taliban, ISI and all those who remained in power in Islamabad during this period, worked no more than mere puppets for Washington — some knowingly and some unknowingly. The allegations about ISI's continued support to the Taliban and its mention in the 9/11 Commission Report are clear signs that ISI is also gradually outliving its utility for its masters. It is for sure next on the chopping block along with Pakistan's nuclear program and Pakistan itself.[7]

Similarly, the moment the US started losing interest in the Taliban with the conclusion that they cannot serve its interest as expected, their "crimes" begin to multiply. The moment the Taliban started exercising their independence and tried to break out of the invisible American yoke, in the American media, they lost their early sainthood and became "thugs."

The Taliban knew little of the facts revealed later by organizations, such as Amnesty International. In one of its reports, AI confirms that "accounts of the *madrasas* (religious schools) which the Taliban attended in Pakistan indicate that these [American] links [to indirectly support the Taliban] may have been established at the very inception of the Taliban movement.[8]

In an interview broadcast by the BBC World Service on October 04, 1996, Pakistan's then Prime Minister Benazir Bhutto affirmed that the *madrasas* had been set up by Britain, the United States, Saudi Arabia and Pakistan.[9]

Similarly, former Pakistani Interior Minister, Major General (Retd) Naseerullah Babar, stated that "[The] CIA itself introduced terrorism in the region and is only shedding crocodile's tears to absolve itself of the responsibility."[10] Actually what people like Mr. Baber doesn't realize is that the US had no idea the Taliban leadership would prefer death over selling their conscience.

The indirect support to the Taliban was planned and done during the period when the addicted-to-dollars-and-power Mujahideen leaders turned to become war lords for their self-interest. They had been taught of *Jihad* as merely a war against enemy, not from the pure Islamic perspective of struggling at different levels with the ultimate objective of establishing the *Deen* (the way of life of Islam). From an American perspective, however, *Jihad* was merely a war to end the Soviet Union occupation. That is why the US morbid dread of *Jihad* intensifies with each new occupation of its own.

Brainwashed with the American interpretation of Jihad, at the end of the day, the Mujahideen had no idea or planning as to how to proceed towards the higher objective, which was not there in the first place. Seeing no prospects of the war lords coming to terms with each other and creating an environment that would give the US a firm hold in the region, Washington had to introduce another force: the Taliban.

The US could hardly imagine that the indirectly trained and supported Taliban would never bend to the US dictates and would never sell themselves to work for achieving American objectives. In the end, the world witnessed that the US could not bend them even under the threats of invasion and occupation.

Reports in the US media during the early victories of the Taliban are a clear evidence of a strong force behind the Taliban. The *US News and World Report* portrayed the Taliban initial victories in the form of a fairy tale as if the Taliban had just came out from no where and in a few days defeated all the seasoned and resourceful warlords together without any external support.

Those who were close enough to the reconciliation efforts among the war lords have confirmed that in early 1990s, they had come to a solid agreement among themselves in consultation with the UN's representative Lakhdar Brahimi. It is also a well known fact that after the war lords' agreement on a peace formula, Lakhdar Brahimi went back to New York with the agreement signed by all the war lords. He, however, returned empty hands after a few months. Unfortunately, exactly during this period, the US had changed its mind and placed all its bets on introduction of a new force: the Taliban.

Arshad Khan, an influential semi-political figure in NWFP, Pakistan, who was very close to the reconciliation process among the war lords has the original copies of the agreement with signatures of approval from former Mujahideen commanders towards the end of their bloody struggle for power.

Those who are cursing the ISI must also curse the sitting regime in Kabul and its supporters because the difference is simply in the direct and indirect sponsorship of the US government. At the time of bringing the Taliban to power, the CIA and the US government was indirectly involved and ISI had to be at the fore-front for its masters.

On the other hand, at the time of brining former CIA agents to power after the Taliban, the CIA and the whole US government had to get directly and openly involved not only in installing but continuously supporting and protecting the new stooges in Kabul.

The other difference is that the Taliban were neither opportunists, nor did they intentionally, knowingly or purposely served the US or for that matter ISI, or Pakistan. The destruction and carnage carried out by the Mujahideen leaders-turned-war-lords was before them and they were acting with good intentions to bring peace to Afghanistan, thinking that a friendly "Islamic" state of Pakistan is supporting them in good faith.

To the contrary, those who are in power today, fully know that the Taliban crimes were blown out of proportion for other hidden motives. It was their opportunism at its peak that led them into serving the CIA before, and it is their benighted opportunism now that leads them into consolidating an illegitimate occupation.[11]

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 8

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Afghanistan: Legitimacy of the US occupation

Keeping the facts straight about US occupation of Afghanistan should be the top most priority of researchers and analysts. The reason is simple: For the first time in modern history, occupation of a sovereign state has been globally accepted as fully legitimate. In addition, the tyrants have been given a free hand to terrorize, kill, capture, and abuse all those in the name of the Taliban who stand against the occupation.

The global silence and assumed legitimacy of the US occupation of Afghanistan is tied and directly proportional to the Taliban's presumed "illegitimacy." Therefore, the focus of research and analysis should go behind the concocted stories and biased reports generated by the co-opted media and other vested interests during the Taliban era.

The US policies and media campaigns during this period has turned the world against living by Islam, pitted Muslims against each other and divided Pakhtoon on both sides of the defunct Durand Line to an extent that history has never seen.

This minds infected with years of media campaign now consider the US invasion and occupation of Afghanistan as a benevolent exercise towards a prosperous future. Whereas those who are aware of the ground realities, consider it far worse than the Soviet occupation, which was, at least, discussed and reviewed at the UN on weekly basis and there were people who really considered it illegitimate.

Therefore, the truth and facts must come to fore to help the world understand the reality and deconstruct the myths, including that of a legitimate occupation and legitimate terrorism to keep enemies of the occupation out. Ignoring the reality, or avoiding a discussion on it, could doom dreams of a better future for Afghans and others in the region forever to come.

American interests and interventions

The Taliban have been singled out as a primary as well as ultimate reason to justify the ongoing aggression, imposing a puppet regime in Kabul and consolidating another in Islamabad, across the now defunct Durand Line. However, there is little mention to what the US has made of Afghanistan due to its intervention that started long before the Soviet invasion and occupation and culminated with scapegoating the Taliban.

The illegitimacy of the occupation begins with the US interest in the region. The American motives become clearer when one doesn't lose sight of the reality that it was the US that originally started training and arming some faction in Afghanistan - even "long before the USSR sent in troops."[1]

Former National Security Adviser under the Carter Administration, Zbigniew Brzezenski, has admitted that an American operation to infiltrate Afghanistan was launched long before Russia sent in its troops on December, 27 1979.

Agence France Press reported that: "Despite formal denials, the United States launched a covert operation to bolster anti-Communist guerrillas in Afghanistan at least six months before the 1979 Soviet invasion of the country, according to a former top US official."[2]

Brzezenski stated that "We actually did provide some support to the Mujahedeen before the invasion...We did not push the Russians into invading, but we knowingly increased the probability that they would."[3]

He also bragged: "That secret operation was an excellent idea. The effect was to draw the Russians into the Afghan trap."[4] In other words, the US fostered and manipulated unrest amongst various Afghan factions to destabilize Afghan government for bringing the country under US sphere of influence.

This included the recruitment of local leaders to form mercenary rebel groups, who would wage war of freedom against the Soviet-backed government, not Soviet installed like Karzai and Allawi's regimes. The objective was to institute a new regime under American control.

As a natural reaction, in December 1979, Russia intervened to reinforce its hegemony over Afghanistan, since the Taraki's party — the People's Democratic Party of Afghanistan (PDPA) — was, according to Brzezenski's testimony, being destabilized by a US operation to infiltrate Afghanistan that had commenced at a much earlier date.

The US had, therefore, evidently also wished to bring this strategic region under its own hegemony. Anticipating this attempt by the US to destabilize the pro-Soviet PDPA and install a new pro-American regime in Afghanistan, Soviet Union undertook a full-fledged invasion to keep the country under its own sphere of influence.

Keeping the facts straight is necessary for the simple reason that the evidence exists for the US motives behind its supporting the Taliban through Pakistan. Unlike Karzai and Allawi, who were the former paid servants of the CIA and MI16 respectively, the Taliban knew little about their manipulation by the US. They assumed that it was the same "Islamic" Republic of Pakistan, which had helped them against the Soviet Union that was assisting them in good faith to get rid of the power hungry war lords for bringing peace and stability to Afghanistan.

Even though the United States has denied any links with the Taliban, according to then US Assistant Secretary of State Robin Raphel Afghanistan was a crucible of strategic interest during the Cold War. She, nevertheless, kept denying any US influence or support of factions in Afghanistan until the last days of the Taliban in power. The following account will make clear the validity of such denials.

The role of ISI

Most Afghans blame Pakistan's ISI for supporting the Taliban. In fact, ISI is nothing but a puppet agency of the successive puppets regimes in the ever-subservient-to-the-US Islamabad. ISI cannot lift a finger without the government of Pakistan's approval. Similarly, Pakistan cannot move a single millimeter from its position, both in its crucial internal as well as all external matters, without clear signals from Washington.

American and Afghan officials of the puppet regime now claim that ISI has been supporting the Taliban's struggle against US occupation.[5] These are simple distractions in the face of the